

ہم سند حدیث کیسے پہچانیں؟

مولانا عبداللہ اسلم لاہوری

مختص فی علوم الحدیث

جامعہ علوم اسلامیہ ندوی ناؤن کراچی

تلفیظ: محقق العصر حضرت مولانا عبدالکلیم چشتی صاحبہ دہراون

ہم سند حدیث کیسے پہچانیں؟

مؤلف : مولانا عبداللہ اسلم لاہوری

تلمیذ: محقق العصر حضرت مولانا عبدالکلیم چشتی صاحب نور اللہ مرقدہ

شعبہ نشر و اشاعت


عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں


نام کتاب: ہم سند حدیث کیسے پہچانیں؟
مؤلف: مولانا عبداللہ اسلم لاہوری
اشاعت اول: فروری 2022ء
ناشر: عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)



عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

+92 321 4515 66 2 +92 300 11 777 19 

syedheshammagrabi@gmail.com 

(Z) 0208 0102002917 

(S) 0208 0102002885

Asr Education & Welfare
Meezan Bank Limited Dha IV Branch

E-1/A شفاء لین، گلی نمبر 6، کیولری گراؤنڈ - لاہور

فہرست

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
2	پیش لفظ	1
5	مقدمہ	2
6	سند کی اہمیت و افادیت	3
8	سند حدیث اس امت کی خصوصیت ہے	4
9	موجودہ دور میں معرفت سند کی ضرورت	5
9	کسی بات کا حدیث رسول ﷺ ہونا سند پر موقوف ہے	6
10	افراط و تفریط پر مبنی رویے اور ہمارا معاشرہ	7
11	محدثین کی تاریخ سے ناواقفیت	8
13	حدیث کا حکم معلوم کرنے میں دشواری	9
17	حصہ اول	10
18	رجال کے احوال یاد کرنے کا طریقہ:	11
18	(۱) راوی کے نام کا ضبط	12
19	(۲) راوی کی نسبت کا ضبط	13
19	(۳) راوی کے مشہور شیوخ و تلامذہ	14
	(۴) راوی کے بارے میں کوئی ایسی بات جس سے اس کا خاساکہ ذہن میں	15
20	بیٹھ جائے	
20	(۵) محدثین کا اس راوی کے بارے میں حکم	16

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
21	(۶) راوی کی تاریخ وفات یا طبقہ	17
21	محدثین کے قوی حافظہ کا راز	18
22	ترتیب یاد کرنے میں وقت صرف نہ کریں	19
23	سند کے مختلف حصے اور ان کی شناخت کا طریقہ کار	20
24	پہلا مرحلہ: ابتداء سند کی پہچان	21
24	امام ترمذی کے وہ شیوخ جن سے وہ بکثرت روایت لیتے ہیں	22
25	دوسرا مرحلہ: وسط سند کی پہچان	23
25	مدار الاسانید حضرات کا تعارف	24
25	پہلا طبقہ	25
26	دوسرا طبقہ	26
27	تیسرا طبقہ	27
28	تیسرا مرحلہ: انتہاء سند کی پہچان	28
28	مکثرین صحابہ کرام کا تعارف	29
28	اصحاب المستن	30
29	مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشہور شاگرد	31
29	اصحاب حضرت ابو ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	32
30	اصحاب حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small>	33
30	اصحاب حضرت انس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	34
30	اصحاب حضرت عائشہ <small>رضی اللہ عنہا</small>	35

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
31	اصحاب حضرت ابن عباس <small>رضی اللہ عنہ</small>	36
31	اصحاب حضرت جابر بن عبد اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	37
31	اصحاب حضرت ابوسعید الخدری <small>رضی اللہ عنہ</small>	38
31	اصحاب حضرت عبد اللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>	39
31	اصحاب حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص <small>رضی اللہ عنہ</small>	40
32	اصحاب حضرت علی بن ابی طالب <small>رضی اللہ عنہ</small>	41
33	حصہ دوم مفصل حالات	42
34	پہلا مرحلہ: امام ترمذی کے نو (9) مشائخ کے تفصیلی حالات	43
34	(۱) قتیبہ بن سعید	44
35	(۲) محمد بن بشر (بندار)	45
36	(۳) محمود بن غیلان	46
37	(۴) ہناد بن السری	47
38	(۵) احمد بن منیع	48
39	(۶) محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی	49
40	(۷) ابو کریب محمد بن العلاء ہمدانی کوفی	50
41	(۸) علی بن حجر السعدی	51
42	(۹) عبد بن حمید الکشی	52

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
43	دوسرا مرحلہ : مدارالاسانید حضرات کا تفصیلی تعارف	53
43	پہلا طبقہ	54
43	(۱) ابن شہاب الزہری	55
45	(۲) عمرو بن دینار	56
46	(۳) یحییٰ بن ابی کثیر	57
47	(۴) قتادہ بن دعامة	58
48	(۵) ابواسحاق السبئی	59
50	(۶) الأعمش	60
51	دوسرا طبقہ	61
51	(۱) سفیان ثوری	62
53	(۲) عبد الرحمن اوزاعی	63
55	(۳) ہشیم بن بشیر	64
57	(۴) مالک بن انس	65
59	(۵) محمد بن اسحاق بن یسار	66
60	(۶) ابن جریج	67
62	(۷) سفیان بن عیینہ	68
63	(۸) سعید بن ابی عروبہ	69
64	(۹) حماد بن سلمہ	70
66	(۱۰) ابو عوانہ	71
67	(۱۱) شعبہ بن الکجاج	72
69	(۱۲) معمر بن راشد	73

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
76	تیسرا طبقہ	74
76	(۱) یحییٰ بن آدم	75
71	(۲) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ	76
72	(۳) یحییٰ بن سعید القطان	77
74	(۴) عبدالرحمن بن محمدی	78
75	(۵) عبداللہ بن مبارک	79
77	(۶) وکیع بن جراح	80
79	مکثرین صحابہ کرام <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	81
79	حضرت ابو ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:	82
79	(۱) سعید بن المسیب رحمہ اللہ	83
80	(۲) ابن سیرین رحمہ اللہ	84
81	(۳) عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ	85
82	(۴) سعید بن ابوسعید الخدری رحمہ اللہ	86
83	(۵) ابوصالح ذکوان السمان المدنی	87
84	(۶) ابورافع	88
85	(۷) ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف <small>رضی اللہ عنہ</small>	89
86	(۸) ہمام بن منبہ	90
87	حضرت عبداللہ بن عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	91
87	(۱) سالم بن عبداللہ بن عمر <small>رضی اللہ عنہ</small>	92

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
88	(۲) نافع (مولیٰ ابن عمر)	94
89	(۳) عبداللہ بن دینار	95
90	حضرت انس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	96
90	(۱) ابن شہاب الزہری	97
90	(۲) قتادہ بن دعامة	98
90	(۳) ثابت البنانی	99
92	(۴) حمید بن ابو حمید الطویل <small>رضی اللہ عنہ</small>	100
93	حضرت عائشہ <small>رضی اللہ عنہا</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	101
93	(۱) عروہ بن الزبیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	102
94	(۲) قاسم بن محمد بن ابوبکر <small>رضی اللہ عنہ</small>	103
95	(۳) عمرہ بنت عبد الرحمن رحمہ اللہ	104
96	(۴) مسروق بن الاحدع	105
97	(۵) اسود بن یزید التمیمی النخعی	106
98	حضرت عبداللہ بن عباس <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	107
98	(۱) عکرمہ مولیٰ ابن عباس <small>رضی اللہ عنہ</small>	108
99	(۲) سعید بن جبیر رحمہ اللہ	109
101	(۳) مجاہد	110
102	(4) طاووس	111
103	حضرت جابر <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	112
103	(1) عطاء بن ابی رباح	113

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
104	(2) ابوالزیر المکی	114
105	حضرت ابوسعید خدری <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	115
105	(1) ابوصالح ذکوان ان کا ترجمہ ہو چکا	116
105	(2) عطاء بن یسار	117
106	حضرت عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	118
107	(1) علقمہ بن قیس	119
108	(2) ابو وائل شقیق بن سلمہ	120
108	حضرت علی <small>رضی اللہ عنہ</small> کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف	121
108	(1) قیس بن ابی حازم	122
109	(2) عبیدۃ السلمانی	123
109	(3) علقمہ بن قیس (ان کا تعارف گزر چکا ہے)	124
110	تمرین للمعرفۃ السند	125
125	مصادر و مراجع	126



پیش لفظ

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی کے تلمیذ رشید حضرت قاری یاسین صاحب مہتمم جامعہ دار القرآن فیصل آباد اور ان کے صاحبزادوں جناب مفتی جمیل الرحمن رحیمی اور مفتی عزیز الرحمن رحیمی صاحبان کی خواہش ہے کہ ان کا مدرسہ جیسے علوم القرآن کی خدمات میں ممتاز ہے اسی طرح علوم الحدیث میں بھی ان کے خاندانہ کی برکات سے ایک عالم مستفیض ہو، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس خاندانہ کی علمی خدمات سے خلق کثیر نے فائدہ اٹھایا ہے اور یہ مبارک سلسلہ جاری و ساری ہے۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب سے بندہ کی چند ملاقاتیں ہوئی ہیں ان کی فکر و کوششیں بہت ہی قابل قدر اور قابل رشک ہیں۔

بہر حال ان حضرات نے علوم الحدیث پر ایک محاضرة کے لئے بندہ سے رابطہ کیا۔ اور بندہ یہاں لاہور میں مولانا ہشام مغربی صاحب کے تحت قائم ادارہ میں شعبہ علوم الحدیث میں خدمت کرتا ہے، اور وہاں مشاورت سے یہ طے ہوا تھا کہ ایسے محاضرات مفید ثابت ہوں گے لہذا ان کی اجازت سے اور زیر سرپرستی یہ محاضرة دار القرآن فیصل آباد میں منعقد ہوا۔

اور یہ عنوان اختیار کرنے کا باعث یہ تھا کہ ہم جب دورۂ حدیث میں تھے تو جب سند کا سلسلہ ختم ہو کر متن شروع ہوتا تھا تب روایت کی سمجھ آنا شروع ہوتی تھی، سند کے رواۃ کون لوگ ہیں؟ وہ ہمارے نزدیک بس ایسے نام ہوا کرتے تھے جن کی ہمیں کوئی شناخت نہ تھی۔

درس نظامی میں اصول حدیث کے طور پر خیال اصول اور بنجۃ الفکر دو کتابیں شامل نصاب تھیں وہ ہم نے پڑھیں، کچھ سمجھ آئی اور کچھ سمجھ نہ آئیں، کتاب یاد کر کے امتحان تو پاس کر لیا، لیکن ان اصولوں کے عملی اجراء کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لہذا جب امام ترمذی حدیث حسن صحیح فرماتے یا حسن کہہ کر حدیث پر حکم ذکر کرتے تو ہمیں کچھ پتا نہ چلتا کہ یہ روایت حسن ہے تو کیوں؟ اور حسن ہے تو کونسی حسن؟ لہذا اتنا بالغیرہ؟ اور سند میں کس راوی کا ضبط خفیف ہے کہ روایت صحت کے مرتبہ سے گر کر حسن کے درجہ پر آگئی؟

بڑے بڑے مشہور روادۃ حدیث، ائمہ محدثین ہماری نظروں سے گذرتے تھے اور ہم تک دیدم دم نہ کشیدم کی عملی تصویر ہوتے تھے کہ ہمیں ان حضرات کی قدر و منزلت، ان کے علمی کارناموں اور ان کی سند حدیث میں موجودگی کی اہمیت کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔ پھر ایک زمانہ بعد جب حضرات اساتذہ کرام کی جوتیاں سیدھی کیں اور آنکھیں کھلیں تو پتا چلا یہ کام تو کچھ دشوار نہ تھا، وہ اسانید جن کی شناخت کو ہم نے بھاری پتھر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ ان ہزاروں بلکہ لاکھوں روادۃ کے احوال کون یاد رکھے گا اور کیسے یاد ہوں گے کہ ہمارے حافظے تو متقدمین جیسے نہیں۔

جب عملی میدان میں قدم رکھا تو معلوم ہوا کہ امت کے محدثین نے اس سوال کا جواب دینے کے لئے صدیوں محنت کی ہے اور سند حدیث کی شناخت کو اتنا آسان کر دیا ہے کہ محنت کرنے والے کو اس کا سمجھنا اور پہچانا کچھ دشوار نہیں۔

تو محدثین کی ان کوششوں کی قدر دانی یہ ہے کہ ہم ان کے وضع کردہ طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے امت میں علوم الحدیث کی برکات کو پھیلائیں۔

خیر یہ محاضرات ہوا اور ساتھیوں کے تاثرات سے معلوم ہوا کہ احباب کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔ اور اس محاضرات میں جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ خود میرا آزمودہ ہے اور تجربات ہی کا نچوڑ ہے۔ بہت سے حضرات علماء کرام اور طلباء نے اس راستہ پر چل کر معرفت سند حاصل کی ہے اور بہت جلد اور بہت آسانی سے حاصل کی ہے، واللہ الحمد۔

تو ساتھیوں کی خواہش تھی کہ اس طریقہ کار کو جو محاضرات میں ذکر کیا گیا تحریری طور پر مرتب کر لیا جائے تاکہ مزید نفع کا باعث ہو، اس پر ہمارے ادارہ کے سربراہ حضرت مولانا سید ہشام مغربی صاحب کے حکم پر ابتداء میں ایک قدرے مفصل رسالہ مرتب کیا، جس میں دوسو کے قریب مکثرین روادۃ کے حالات تھے۔ پھر احباب کے مشورہ پر اس کی تلخیص کر کے صرف ان روادۃ تک محدود کر دیا جو محاضرات میں ذکر کیے گئے تھے، اور اس مفصل رسالہ کو مستوی ثانی کے طور پر طبع کرنے کا ارادہ ہو گیا۔ اب مستوی اول مع نقشہ جات مفیدۃ ہمارے ادارہ عصر ابجکشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ لاہور کے تحت طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مفصل حالات کے لکھنے میں نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیر اعلام النبلاء کو بنیاد بنایا ہے اس لئے

جگہ جگہ حوالہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، بعض مقامات تہذیب التہذیب اور تہذیب الکمال سے بھی چند چیزیں ذکر کرنے کی نوبت آئی، اور حکم و سن وفات لکھنے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تقریب التہذیب کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

یہاں ایک بات یہ ضرور ملحوظ رہے کہ یہ بالکل ابتدائی درجہ کی معرفت ہے، اور اس سے یہ مقصود نہیں کہ اس طرز سے حاصل شدہ آدھی ادھوری معرفت کی بنیاد احادیث پر حکم لگانے کی جرأت شروع کر دی جائے، احادیث پر حکم لگانے کے لئے محض سند کی معرفت کافی نہیں اس کے لئے بہت مہارت، تجربہ اور علم رسوخ کے ساتھ ساتھ محدثین کے معیارات کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

سند حدیث کی معرفت تو اس باب میں پہلا قدم ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے قدم پر ہی منتہیین اور ماہرین کے کرنے والا کام کرنے لگے تو ظاہر ہے یہ ایک بڑی غلطی ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ معرفت اس فن میں مدخل کا کام دیتی ہے، اور جو شخص علوم الحدیث کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے گا اسے قدم قدم پر اس کے نفع کا احساس ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اسے جمیع مسلمین کے لئے مفید بنائے اور امت میں علوم الحدیث بالخصوص رجال حدیث کی معرفت میں نشاۃ ثانیۃ کا باعث ہو۔

فقط : عبد اللہ اسلم لاہوری غفرلہ ووالدہ

نگران شعبہ علوم الحدیث (زیر اہتمام مصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ۔ لاہور)



مقدمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

قال اللہ تبارک وتعالی ﴿انانحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظون﴾^(۱)

وقال تعالی ﴿وما آتکم الرسول فخذوه وما نہکم عنہ فانتہوا﴾^(۲)

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام: نضر اللہ امرأ سمع منا شیئاً فبلغہ کما سمع فرب مبلّغ أوعی من

سامع^(۳)

وقال علیہ السلام: بلغوا عني ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب علي

متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، أو كما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام^(۴)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں جیسے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایسے ہی حدیث مبارکہ کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے، کہ حفاظت قرآن میں الفاظ کی حفاظت بھی شامل ہے، اور معانی و مفاہیم کی حفاظت بھی داخل ہے، اور قرآن مجید کے معانی اور مضامین کا صحیح فہم حدیث مبارکہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، تو احادیث چونکہ قرآن مجید کی توضیح، تفسیر اور تشریح ہیں، لہذا محدثین نے لکھا ہے کہ: حفاظت قرآن مجید کے ضمن میں ان کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا گیا ہے۔

تو اس حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہیں، ان اسباب میں سے بنیادی سبب سند حدیث کے بیان کا اہتمام ہے۔

(۱) سورة الحجر، آیت ۹۔

(۲) سورة الحشر، آیت ۷۔

(۳) سنن ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث ۲۶۵۷۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب حدیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بني اسرائيل، رقم الحدیث: ۳۲۷۴۔

سند کی اہمیت و افادیت:

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے مبارک دور کے بعد جب فتنوں کا آغاز ہوا تو صحابہ کرامؓ کے آخری دور میں ہی سند کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ: پہلے تو ہم ہر حدیث کو پوری توجہ سے لیا کرتے تھے، پھر جب لوگوں نے احادیث میں ادھر ادھر کی باتیں شامل کرنا شروع کر دیں، تو ہمیں محتاط ہونا پڑا، اب ہم صرف وہی روایت لیتے ہیں جس کا حدیث ہونا ہمیں معلوم ہوتا ہے؛^(۱) ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: «انظروا عمن تأخذون دینکم»^(۲) یعنی خوب غور سے دیکھ لیا کرو کہ تم اپنے دین کا علم کن ذرائع سے حاصل کر رہے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایسی روایات جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہو اور ان کی بنیاد پر حلال و حرام، جائز و ناجائز کے فیصلے ہوتے ہوں، ایسے لوگوں سے حاصل کرو جو اہل اور قابل اعتماد لوگ نہ ہوں، اور وہ تمہارے دین میں ایسی باتیں شامل کرنے کا سبب بن جائیں جو دین کا حصہ نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے "الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء، ولكن إذا قيل له: من حدثك؟ بقي."^(۳)

یعنی اسناد تو دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو کوئی بھی شخص جو چاہتا کہہ دیتا، لیکن جب اس سے یہ کہا گیا من حدثك؟ کہ یہ بات تم سے کس نے بیان کی اس کا نام پتا بتلاؤ، تو لوگ محتاط ہوئے اور دین کی حفاظت ہو گئی۔

شیخ عبدالفتاح ابو غندہ رحمہ اللہ نے یہاں (بقی) کا مفہوم یہ رائج قرار دیا ہے کہ (بقی مُفَحَّمًا) یعنی پہلے تو بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا، اب جب سند پوچھی گئی تو لا جواب ہو گیا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ: جو شخص علم دین کو بلا سند حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر سیرھی کے چھت پر چڑھنے کی کوشش کرے، پھر فرمایا: (بیننا وبين القوم القوائم)^(۴) یعنی ہمارے اور

(۱) صحیح مسلم، ۱/۱۱۳، دار احیاء التراث.

(۲) صحیح مسلم، ۱/۱۱۴، دار احیاء التراث.

(۳) تاریخ بغداد للخطیب، ۶/۱۶۴، دارالکتب العلمیہ.

(۴) الإسناد من الدین، ص ۹، مکتب المطبوعات الإسلامیہ.

ان مبتدعین و گمراہ لوگوں میں ان اسانیدی کا تو فرق ہے۔

ایک دفعہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس مقاتل بن سلیمان کی تفسیر دیکھی تو کہنے لگے: (بالہ من علم لو کان لہ إسناد) ^(۱) یعنی کیا ہی بہترین علم تھا اگر اس کی سند ہوتی۔

تو محدثین کے ہاں سند کے بیان کا یہ اہتمام تھا۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے سامنے ایک صاحب ابن ابی فروہ بلا سند احادیث پڑھنے لگے تو کہا: اے ابن ابی فروہ اللہ تعالیٰ پر تمہیں اتنی جرأت؟ کہ احادیث رسول کو ایسے بیان کرتے ہو کہ کوئی لگام و باگ نہیں؟ یعنی بلا سند ہی بیان کئے جارہے ہو؟ ^(۲)

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: اسناد تو مؤمن کا ہتھیار ہے، اگر ہتھیار ہی نہ ہوگا تو کس چیز سے جنگ لڑے گا کبھی فرماتے: اسناد حدیث کی زینت ہے، جس نے اس کا اہتمام کیا وہ سعید ہے ^(۳) شعبہ کہا کرتے تھے کہ جس حدیث کی سند نہیں وہ تو غل و بقل ہے، یعنی اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ ^(۴)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ سند کے بغیر روایت کرنے والا رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے، کہ کیا معلوم لکڑی کی جگہ کسی سانپ کو ہاتھ ڈال دے۔ ^(۵)

یزید بن زریع فرماتے تھے: ہر میدان کے شہسوار ہوتے ہیں، اور اس دین کے شہسوار اصحاب الاسانید ہیں۔ ^(۶)

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احادیث کے معانی کا سمجھنا نصف علم ہے، اور سند کے رجال کی معرفت نصف علم ہے۔ ^(۷)

(۱) المصدر السابق.

(۲) المصدر السابق، ص ۱۸.

(۳) المصدر السابق.

(۴) المصدر السابق.

(۵) المصدر السابق.

(۶) الإسناد من الدین، ص ۱۸، مکتب المطبوعات الإسلامية.

(۷) المحدث الفاضل، ص ۳۲۰، دار الفکر.

مند حدیث اس امت کی خصوصیت ہے:

حافظ ابن حزم، ابن تیمیہ وغیرہ اور متعدد حضرات محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ: مند حدیث کا اہتمام اس امت کی ایسی خصوصیت ہے جو ام سابقہ کو میسر نہ تھی، اور یہ تو عین مشاہدہ ہے کہ کسی بھی قوم و ملت کے پاس ان کے انبیاء علیہم السلام کے احوال زندگی اور ان کی سیرت کسی قابل اعتماد ذریعہ سے محفوظ نہیں ہے، یہ فخر صرف امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو ہی حاصل ہے۔

مقدمہ صحیح مسلم میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں، اور تفصیل سے دیکھنی ہوں تو کتاب «المحدث الفاصل بین الراوی والواعی» اور علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی «الأجوبة الفاضلة» دیکھیں، نیز شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ «الإسناد من الدین...» ہے اس میں یہ سب باتیں یکجا مل جاتی ہیں۔

تو ایک دور وہ تھا جب ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لئے مہینوں کے سفر کئے جاتے تھے، ان لوگوں کی نظر میں احادیث کی قیمت ہیرے جواہرات بلکہ ہفت اقلیم سے زیادہ تھی، کیا میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو جو انہیں پہلے سے معلوم تھی اصل راوی سے سننے کے لئے دوسرے براعظم کا سفر نہیں کیا؟ اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہے، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب «الرحلة فی طلب الحدیث» دیکھو، پوری کتاب صرف ان لوگوں کے واقعات پر ہے جنہوں نے صرف ایک حدیث کے لئے سفر کیا، مہینوں بیت جاتے ہیں، گرمیوں کی جھلستی دو پہریں اور سردیوں کی ٹھٹھرتی شائیں آتی ہیں، لیکن وہ سفر کی مشقتیں جھیلنے ہیں کس بات کے لئے؟ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹوں سے نکلے ان قیمتی الفاظ کو اپنے سینوں میں محفوظ کر سکیں، جن کی قیمت سارے جہان سے زیادہ ہے، کہ ان پر امتوں کی کامیابی کا مدار ہے، اور ان پر قوموں کی ہدایت کے فیصلے ہوتے ہیں۔

تو اب کوئی شخص اگر چاہتا ہے کہ وہ ان متقدمین کے نقش قدم پر چلے، اور جہاں ان کا لہو گرا وہاں کم از کم اس کا پید نہ ہے، اور وہ محدثین کے اس قافلے کی پیروی کی خواہش کرے جن کی زندگیوں حفاظت حدیث میں صرف ہوئی تھیں، اور جن کے بارے میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: "میں قیامت کے دن تمہارا شفیع ہوں گا" تو اس کو کمر ہمت باندھ لینی چاہیے، اور راستے کے طویل ہونے سے

نہیں گھبراننا چاہیے، اور ان لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے جو خود اس راستے پر نہیں چلے، لہذا اس سفر کی صعوبت کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کے نفع کا انکار کرتے ہیں، اس کا نفع ظاہر ہو چکا ہے، اور کوشش کرنے والوں کے لئے اس کی منازل آسان کر دی گئی ہیں۔

موجودہ دور میں معرفتِ مذہبی کی ضرورت:

پھر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسناد کی جو اہمیت آپ نے بیان کی وہ اپنی جگہ، لیکن یہ اس وقت تک تھی جب تک احادیثِ مدون نہیں ہوئی تھیں، اب موجودہ دور میں جبکہ احادیث کی تدوین کو بھی صدیاں گزر گئیں تو اسناد کی پہچان کا کیا فائدہ ہوگا؟

صحاح ستہ کی تدوین کے بعد تو اب ضرورت اس بات کی ہے کہ متنِ حدیث پر توجہ دی جائے نہ کہ سند کی پہچان میں وقت صرف کیا جائے۔

تو اس کا جواب سمجھنے کے لیے چند باتوں کا ملحوظ ہونا ضروری ہے:

(1) کسی بات کا حدیثِ رسول ﷺ ہونا سند پر موقوف ہے:

حافظ یحییٰ بن سعید القطان فرمایا کرتے تھے، متنِ حدیث کو نہ دیکھو بلکہ پہلے سندِ حدیث کو دیکھو اگر سند صحیح ہے تو فہم اور نہ اس روایت سے دھوکہ میں مت پڑو یعنی وہ قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔^(۱)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی بھی حدیث سے استدلال اس وقت تک جائز ہی نہیں جب تک اس کا حدیث ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ اور یہ بطور نمونہ کے ہے ورنہ علماء کے اقوال اس باب میں بہت زیادہ ہیں اور امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی بات کا حدیثِ رسول ہونا اس کی سند پر موقوف ہے اسی بناء پر علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "معرفة الرجال نصف العلم والتفقه في معاني الحديث نصف العلم"^(۲) اور صحاح ستہ مرتب کرنے والوں نے اس بات کا دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ انہوں نے جمیع احادیث کا اپنی کتب میں استیعاب کیا ہے، احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں ہے تو اگر سند کی معرفت نہ ہوگی تو کسی بھی بات کے حدیث ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ سندِ حدیث کی معرفت کے نہ ہونے کا ہی

(۱) الجامع لآخلاق الراوي وآداب السامع، ۱/۲۰۶، مکتبة المعارف.

(۲) المحدث الفاضل، ص ۲۰۳، دار الفکر.

یہ نتیجہ ہے کہ معاشرے میں یہ رجحان زور پکڑتا جاتا ہے کہ ہر حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم سے دکھاو، حالانکہ ان حضرات نے صحیح احادیث کا استیعاب نہیں کیا اور امام مسلم رحمہ اللہ نے تو صاف کہہ دیا کہ میں نے کب کہا کہ تمام صحیح احادیث میں نے اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ خود صحاح ستہ میں سے سنن اربعہ میں ضعیف روایات کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بالخصوص سنن ابن ماجہ میں بہت سی روایات ضعیف ہیں جن کے ضعف کی کوئی تصریح بھی نہیں۔ تو جس شخص کو اسانید کی معرفت نہ ہوگی وہ صحیح اور سقیم میں کیسے فرق کرے گا؟

اور موجودہ دور میں سوشل میڈیا کی بدولت ہر کس و ناکس کی رسائی ان ضعیف و موضوع روایات تک بھی ہو گئی جو پہلے کتب کے سینوں تک محدود تھیں اور عربی زبان سے واقفیت کے بغیر ان تک رسائی بہت مشکل تھی، کیا دینی رحمہم اللہ کی الفردوس یا تاریخ الخلفاء کی روایات تک پہلے عوام کی رسائی تھی؟

اور کتنی ہی ضعیف و منکھوت روایات جو کتب شیعہ وغیرہ سے اٹھا کر طرح طرح کے خوشنامہ عنوانوں سے مزین کر کے شب و روز سوشل میڈیا پر ڈالی جاتی ہیں، اور ایک عالم اور عامی دونوں اس روایت کا حکم پہچاننے سے قاصر ہوتے ہیں کیونکہ وہ عالم بھی اس عامی کی طرح سند کی معرفت سے قاصر ہے۔ اسی بناء پر عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ نے کہا تھا بیننا و بین القوم قوائم کہ اہل باطل اور ہمارے درمیان اسی سند کا فرق ہے اور امام شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا تھا کہ بلا سند کے روایات نقل کرنے والا رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی مانند ہے کہ کیا معلوم کہ لکڑی سمجھ کر ہاتھ ڈالے اور اڑدھا ہاتھ میں آجائے، تو یہ سند کی معرفت معمولی بات نہیں ہے، یہ تو باطل نظریات کی اس بھڑکتی آگ کو روکنے والی باڑ ہے جو خرمن شریعت کو خاکستر کرنا چاہتی ہے، یہ موضوعات و منکرات کے اس سیلاب کے سامنے سد سکندری ہے جو روز بروز بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

افراط و تفریط پر مبنی رویے اور ہمارا معاشرہ:

سوشل میڈیا پر ڈالی جانے والی روایت کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہے، کہیں وہ لوگ ہیں جو بلا حد و کمر ہر حدیث کو بلا تحقیق نقل کئے جاتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پر قصد اچھوٹ بولنے والے کا ٹھکانا جہنم میں بتلایا ہے اور کسی بات کو بلا تحقیق نقل کرنے والے کو بھی جھوٹوں میں شمار کیا ہے۔

دوسری جانب وہ حضرات ہیں جو اپنی واقفیت کے ناقص ہونے اور علم کی قلت کے باوجود احادیث مبارکہ پر حکم لگانے کی جرأت کرتے ہیں، نہ تو انہوں نے کسی سے باقاعدہ وہ فن سیکھا اور نہ ہی محدثین کے اصول

وضوابط میں مہارت حاصل کی نہ ان کے پاس سند حدیث کی معرفت ہے اور نہ اسے پرکھنے کی صلاحیت، وہ جدید ذرائع استعمال کر کے ہر دستیاب تحقیق کو لے لیتے ہیں اور اپنے نام سے نقل کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ اس تحقیق کا محقق خود بھی فن حدیث سے آشنا ہے یا نہیں؟

یا اگر آشنا ہے تو اس کی تحقیق، دیانت اور محدثین کے مقرر کردہ ضوابط پر پوری اترتی ہے یا نہیں، اور وجہ یہ ہے کہ اس ناقل میں یہ سب پرکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے اس صلاحیت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرنا ہوگی، اور اس کے لئے انہی راستوں پر چلنا ہوگا جن پر محدثین نے چل کر یہ علم حاصل کیا تھا، اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے محدثین جیسی محنت تو بالکل نہ کرنی پڑے اور وہ تحقیق کے میدان کے شہواروں میں شمار کیا جائے اور ماہرین فن میں سے سمجھا جائے تو اس کا یہ خیال عبث اور اس کی آرزو میں باطل ہیں۔

محدثین کی تاریخ سے ناواقفیت:

پھر یہ سوال درحقیقت محدثین کی تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر ہے، سائل سے یہاں پوچھنا چاہیے کہ مصطلح الحدیث کا فن کس دور میں مدون ہوا، اور اسماء الرجال کی کتب بالخصوص وہ کتب جو صحاح ستہ ہی کے رجال پر لکھی گئی ہیں جیسے تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، میر اعلام النبلاء وغیرہ کتب ہیں یہ کب لکھی گئیں؟ صحاح کی تدوین سے پہلے یا بعد میں؟ اور یہ حافظ ابن صلاح، قاضی عیاض، حافظ عراقی، بلقینی، ابن تیمیہ، ابن کثیر یہ محدثین کس دور میں تھے؟ پھر علامہ عینی، حافظ ابن حجر، سخاوی و سیوطی کب گذرے ہیں؟ کیا ان حضرات محدثین کی محنتیں جو صحاح ستہ کی تدوین کے صدیوں بعد گذرے ہیں صرف متن حدیث تک ہی محدود تھیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے ہاں تو محدث وہی شخص شمار ہوتا تھا جو متون کے ساتھ ساتھ سند کی معرفت بھی رکھتا ہو، ورنہ اسے محدث ہی شمار نہ کرتے تھے۔

محدث کی تعریف دیکھیں: "هو من يشتغل بعلم الحديث رواية ودراسة، ويطلع على كثير من الروايات، وأحوال روايتها." (۱)

اور یہ دیکھیں کہ حافظ ابن سید الناس شارح رحمہ اللہ سنن ترمذی جن کا انتقال ۷۳۴ھ میں ہے وہ کیا فرماتے ہیں:

”وأما المحدث في عصرنا فهو: من اشتغل بالحديث رواية ودراية، وجمع رواية، واطلع على كثير من الرواة والروايات في عصره، وتميز في ذلك حتى عرف فيه خطه، واشتهر فيه ضبطه، فإن توسع في ذلك حتى عرف شيوخته، وشيوخ شيوخته، طبقة بعد طبقة، بحيث يكون ما يعرفه من كل طبقة أكثر مما يجله منها فهذا هو الحافظ.“^(۱)

گویا محدث سے حافظ کے درجے کو ترقی کے لئے طبقہ در طبقہ روایت کی معرفت ضروری ہے۔ اور صاحب تہذیب الکمال علامہ مزی جن کا انتقال ۷۴۲ھ میں ہے ان سے جب حافظ کی تعریف پوچھی جاتی ہے تو وہ فرماتے ہیں:

”أقل ما يكون أن يكون الرجال الذين يعرفهم ويعرف تراجمهم وأحوالهم وبلدانهم أكثر من الذين لا يعرفهم؛ ليكون الحكم للغالب“^(۲) گویا محدثین کے ہاں وہ مدار ہی روایت کی معرفت کو قرار دیتے ہیں۔

یہ تو معروف بات ہے کہ محدثین کی محنت کا بنیادی میدان سند حدیث ہے جیسا کہ فقہاء کی محنت کا بنیادی میدان متن حدیث ہے۔ تو اب ہمارے ہاں فتنی رنگ غالب ہے تو متن پر محنت زیادہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسانید پر محنت کو فضول بتلایا جائے اور ان حضرات محدثین کی صدیوں کی محنت کو بیکار سمجھا جائے۔ اور تعجب تو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو خود کو فن حدیث سے وابستہ قرار دیتے ہیں اور بزعم خود اس فن کے محققین میں شمار ہوتے ہیں، پھر سند حدیث پر محنت کو بیکار بتلاتے ہیں۔

یہ تو اتفاقی امر ہے کہ کسی بھی فن میں کمال اس فن کے با کمال لوگوں کے طرز کو اختیار کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اور جو لوگ اس فن کے منتقل کرنے والے ہیں ان کی کوششوں اور محنتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ محدثین کی محنتوں کو سمجھنا حفاظت حدیث کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے، اور جو شخص محدثین کے احوال اور اس بات سے ناواقف ہوگا کہ وہ کیسے ایک ایک راوی کو پرکھتے تھے اور ان میں سے اعدل وانضبط روایت کی تلاش میں کتنی محنت کرتے تھے، اور اسانید کے علو و صحت کے لئے ان کی قربانیاں کس درجے کی تھیں وہ حفاظت حدیث کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قائم کردہ اس نظام کو کیسے سمجھے گا؟

(۱) الباعث الحفیث، ص ۹۳۱، دار ابن الجوزی.

(۲) شرح الفیة للسیوطی، ص ۱۱۹، مکتبہ الغرباء الأثریة.

پھر وہ منکرین حدیث کے اس پروپیگنڈے کا شکار ہوگا کہ معاذ اللہ یہ احادیث تو بعد میں گھڑ لی گئی ہیں، اور اگر اس پروپیگنڈے کا انکار بھی کرے گا تو وہ انکار مضبوط بنیادوں پر اور تحقیقا نہیں بلکہ تفسیدا ہوگا، اگر وہ محدثین کے احوال سے واقف ہوتا اور ان کے بے مثل تقویٰ اور بے نظیر حافظوں پر مطلع ہوتا اور اس نے گویا اپنی آنکھوں سے انہیں ایک ایک حدیث کے لئے شب و روز بلکہ مہینوں کی محنت کرتے دیکھا ہوتا اور یہ دیکھا ہوتا کہ احادیث کی حفاظت میں وہ قسریٰ ترین رشتہ داروں کی روایات بھی ان کے ضعیف ہونے کی بناء پر رد کر دیتے ہیں اور ایک ایک راوی کے احوال کی تحقیق میں ایسے سفر کرتے ہیں کہ ان کو لوہے کی جوتیاں بنوانے کا کہا جاتا ہے تو وہ کسی منکر اور شر پسند کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کے بجائے ان کو متاثر کرنے والا ہوتا اور ملکوں اور قوموں کے لئے اس کا وجود مینارہ ہدایت ہوتا۔

حدیث کا حکم معلوم کرنے میں دشواری:

درحقیقت علم الحدیث میں مشغول ہونے والے کے لئے یہ بات بہت قبیح ہے کہ اس کا علم اس کے سینے میں محفوظ ہونے کے بجائے محض کتب یا کمپیوٹر تک محدود ہو، اور اس کا سینہ رواۃ و اسناد کی معرفت سے بالکل خالی ہو۔ پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب کسی حدیث کا حکم معلوم کرنے کی نوبت آئے گی تو وہ کسی دوسرے شخص کا حکم من وعن نقل کرنے پر مجبور ہوگا۔

اور امت میں اس وقت احادیث پر حکم کے معاملے میں بھی جو افراط و تفریط پائی جا رہی ہے وہ کوئی دھکی چھپی نہیں کہ ایک طبقہ ایسا ہے جس کے ہاں ہر ضعیف روایت مردود کے درجہ میں ہے چاہے اس کا ضعف کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اور بسا اوقات یہ ضعف ایسا ہوتا ہے کہ جس کی بناء پر روایت حسن لذاتہ کے درجے تک کی ہوتی ہے اور تعدد طرق کی بناء پر صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، لیکن یہ لوگ محدثین کے ہاں صدیوں سے طے شدہ ان ضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس پر ضعیف کا حکم لگاتے ہیں، اور جہاں کہیں کوئی حدیث ان کے مطلب کے خلاف آتی ہے تو سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابواسحاق السبکی رحمہم اللہ جیسے ائمہ کو مدس کہہ کر رد کر دیتے ہیں، اور ہمارے رفقاء جو ناقل محض ہوتے ہیں ان کے اس حکم کو من وعن نقل کرتے ہیں، اب یہ ناقلین اگر ان ائمہ سے واقف ہوتے اور ان کے علمی کارناموں اور فنی مہارت پر مطلع ہوتے تو کبھی بھی اس خائن کی باتوں میں نہ آتے اور اس متعصب کی دھوکہ دہی کا شکار نہ ہوتے۔

اب یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات کی سخت ناقدری ہے کہ وہ امت کے ہاں قبول حدیث کے معروف پیمانوں پر پورا اترنے کے باوجود رد کر دی جائے اور ہم اتنے علمی انحطاط کا شکار ہوں کہ اس ناقدری کا ادراک کرنے کے بجائے اس میں حصہ دار قرار پائیں۔ اور اس صورت میں ایک عامی اور اس ناقل میں جو خود کو عالم سمجھتا ہے کیا فرق ہوگا؟ ہر ہر روایت کے ہر ہر راوی کا کتب سے پرکھنا دشوار ہے پھر جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ روایت کے احوال پر کتب مدون کی جا چکی ہیں اور جدید ذرائع نے کام آسان کر دیا ہے لہذا مجھے روایت کی شناخت کی کیا ضرورت ہے؟ میں جس سند کی تحقیق کی ضرورت ہوگی ان کتب یا جدید ذرائع سے استفادہ کر لوں گا تو یہ شخص بہت بڑے دھوکے میں ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کلکولیٹر کی ایجاد کے بعد خود کو علم الحساب کی مبادیات کے سیکھنے سے بھی مستغنی سمجھے اور حساب میں جمع و تفریق سے بھی ناواقف رہے تو ایسا شخص کبھی اس فن میں کمال نہیں حاصل کر سکتا اور اس کی رائے اس فن میں بالکل ناقابل قبول ہوگی، اسی طرح جو شخص سند حدیث میں ائمہ کو بھی نہیں پہچانتا وہ کیسے ہر وقت ہر راوی کی معرفت کے لئے کتب سے مراجعت کرے گا؟

اور اگر اتنی مشقت کر بھی لے تو وہ آسان راستہ اختیار کر کے ان ائمہ کی معرفت ہی کیوں نہیں حاصل کر لیتا؟ اب ایک شخص جو روایت کے احوال پر مطلع ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ امام احمد بن حنبل یا علی بن مدینی، سفیان سے نقل کر رہے ہیں تو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ سفیان ثوری نہیں، سفیان بن عیینہ ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور علی بن مدینی رحمہما اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا زمانہ نہیں پایا۔ اب جو شخص رجال کے احوال سے ناواقف محض ہے وہ ان باتوں میں سے ہر ایک کے لئے کتب کی مراجعت کا محتاج ہوگا، تو جس شخص کی ہمت پہلے ہی کمزور ہے اور وہ معمولی محنت سے بھی عاجز ہو رہا ہے تو وہ کہاں یہ مراجعت کرے گا؟

محدثین کی شروط و منہاج سمجھنے میں دشواری:

اکثر حضرات کے نزدیک شرط شیخین ان کے رجال ہیں بایں طور کہ اس کیفیت کو بھی ملحوظ رکھا جائے جس کیفیت پر شیخین نے ان رجال سے روایت لی ہے تو اب جو شخص رجال کو ہی نہیں جانتا اور کیفیت کا سمجھنا تو اور بھی بعید بات ہے، وہ کیسے کسی حدیث کے بارے میں فیصلہ کرے گا کہ وہ روایت شیخین کی شرط پر ہے یا نہیں؟ حافظ حازمی رحمہ اللہ نے رجال کے پانچ طبقات مقرر کئے اور اس کے مطابق صحاح ستہ کے تفسیر کی

شروط سمجھانے کی کوشش کی، تو اب ان طبقوں کو سمجھنا بھی معرفت رجال پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک شہر پہ طلب الحدیث شرط ہے تو مشاہیر سے واقف ہوگا تو امام مالک رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہونا یا نہ ہونا آسانی سمجھ لے گا۔ پھر امام ابوداؤد بہت سے مقامات پر سکوت کر جاتے ہیں، اس میں بعض اوقات شدید ضعیف روایات بھی آجاتی ہیں، حافظ ذہبی اور ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے ان کا ضعف اس قدر واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص سمجھتا ہے تو ضعف کے بہت زیادہ معروف ہونے کی وجہ سے بیان کرنے کی بھی حاجت نہیں سمجھتے، اب ان حضرات کو کیا معلوم تھا کہ امت میں ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ عام آدمی تو کج امت کے علماء بھی اس ضعف کو نہیں پہچانیں گے، بلکہ اس معرفت کی کوشش کرنے کو فضول بتلائیں گے۔ پھر امام ترمذی رحمہ اللہ جو حکم لگاتے ہیں کسی روایت کو حسن کسی کو غریب، کسی کو حسن صحیح اور کسی کو حسن غریب کہتے ہیں، تو معرفت مند کے بغیر کیسے پتا چلے گا کہ کس راوی کا ضعف روایت کے درجے صحیح سے حسن کی طرف تنزل کا باعث ہو گیا۔ پھر موجودہ دور کے یہ محققین اپنا فہم ناقص ہونے کے باوجود امام ترمذی رحمہ اللہ کو متماہل قرار دیتے ہیں۔

مدثرین کے اطلاقات کو سمجھنے میں دشواری:

مدثرین کس لفظ کو کس معنی میں استعمال کرتے ہیں اس کا پتا مدثرین کے تصرفات سے اچھی واقفیت کے بغیر نہیں چلتا، اسی طرح جرح و تعدیل میں ہر ایک کا اپنا مزاج و مقام ہے، پھر بعض مدثرین ویسے تو ثقہ ہوتے ہیں لیکن کسی مخصوص شہر یا کسی مخصوص شیخ سے کی گئی ان کی روایات ضعیف ہوتی ہیں، یا کوئی شخص عمر کے آخر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تو اس کی اس دور کی روایت ضعیف شمار ہوتی ہے، تو یہ سب تفصیلات رواۃ کے احوال سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ کہ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هذه امور جملية تدرك تفاصيلها بالمباشرة^(۱) تو یہ تفصیل تو کام کرنے سے ہی سمجھ آتی ہیں۔ لہذا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے علم میں رسوخ کا حامل ہو اور احادیث کے مراتب میں فرق پر قادر ہو کہ قابل استدلال، قابل اعتبار اور متروک روایات میں فرق سمجھتا ہو تو اس کو تو بہر حال اس راستہ پر چلنا پڑے گا اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تو سند حدیث کی معرفت کے حصول کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

أَنَّ أَصْلَ الْإِسْنَادِ خَصِيصَةٌ فَاضِلَةٌ مِنْ خَصَائِصِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَسَنَةٌ بِاللِّغَةِ مِنَ السَّنَنِ الْمُؤَكَّدَةِ، بَلْ

(۱) مقدمة ابن صلاح، ۱/۳۴ دارالفکر۔

تو امت میں اس محنت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ کسی شخص کو احادیث مبارکہ کی خدمت کی سعادت نصیب ہو، اور یہ محنت ان شاء اللہ اس کے لئے ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ ہوگی۔ اور چالیس احادیث کی حفاظت پر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں خود اس کا سفارشی بن کر کھڑا ہو جاؤں گا، تو جو شخص پورے ذخیرہ احادیث کو محفوظ کرنے کے لئے اپنی توانائیاں، اپنی عمر اپنی صلاحیتیں صرف کر رہا ہے کیا وہ محروم رہے گا؟ ان شاء اللہ یہ خدمت حدیث دنیا میں بھی اس کو نفع دے گی اور آخرت کی بڑی کامیابی کا باعث ہوگی۔ واللہ الموفق والمعین وهو حسبی ونعم الوکیل۔



(۱) شرح نخبۃ الفکر، ص ۱۷۶، دارالاقوم لبنان۔

حصہ اوّل

رہال کے احوال یاد کرنے کا طریقہ

محدثین کے قوی حافظہ کا راز

سند کے مختلف حصے اور ان کی شناخت کا طریقہ کار

امام ترمذیؒ کے مشائخ مکثرین کا تعارف

مدارالاسانید حضرات کا تعارف

مکثرین صحابہ کرامؓ اور ان کے معروف تلامذہ کا تعارف

رجال کے احوال یاد کرنے کا طریقہ

سند سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے پہلے سند کے افراد کی بالخصوص ان میں سے مشاہیر اور کشمیر الاستعمال رواۃ کی شناخت حاصل کرے، پوری پوری اسانید یاد کرنے کے درپے نہ ہو کہ یہ صورت دشواری سے خالی نہ ہوگی۔

کن رواۃ کو پہلے پہچانا ہے اور کن کو بعد میں؟ اس پر گفتگو آگے آرہی ہے۔ ابھی یہ دیکھ لیں کہ جس بھی راوی کی شناخت کا مرحلہ آئے تو وہ شناخت کیسے حاصل کرنی ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کرے۔

رجال میں سے کسی کو بھی یاد کرنا ہو تو اس کے احوال ان کتب میں دیکھیے: "سیر اعلام النبلاء"، "تہذیب التہذیب"، "شذرات الذهب" وغیرہ کتب ہیں۔ "سیر اعلام النبلاء" ان میں سے سب سے بہترین ہے۔

وہاں راوی کا نام دیکھے، جس نام یا نسبت سے راوی مشہور ہے اس کی تحقیق کرے، اس کے تلامذہ اور مشائخ کو دیکھے، اس کے احوال اور واقعات سے آگاہی حاصل کرے، اس طرح اس شخص کا ایک خاکہ اور صورت اس کے ذہن میں بنی شروع ہوگی، جو رفتہ رفتہ تکرار و اعادہ سے اور اسانید میں اس کے بار بار آنے سے پختہ اور واضح ہوتی چلی جائے گی۔

تو ایک ڈائری بنا لے اس میں ان راویوں کا خاکہ بنانا شروع کرے، اب دوبارہ قدرے تفصیل سے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جو کسی شخصیت کے خاکہ میں درج کرنی چاہئیں:

(1) راوی کے نام کا ضبط:

جب راوی کے نام کی تحقیق کرے گا تو اس سے بھی اس راوی کی معرفت میں اضافہ ہوگا، ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ راوی اپنی کنیت، نسبت یا لقب سے مشہور ہوتا ہے، مثلاً: اصحاب صحاح ستہ کو ہی دیکھ لیں، امام بخاری ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد یہ ان کے نام نہیں ہیں، تو جس راوی کا نام معروف نہ

ہو اس کے نام کی تحقیق بھی اس کی معرفت میں اضافہ کرتی ہے۔

اسی طرح نام کا درست تلفظ معلوم نہیں تو اس کی تحقیق کر لے، اعلام کے ضبط کے لئے ابتدائی مرحلہ میں ہندوستان کے ہی ایک عالم علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب «المعنی فی ضبط أسماء الرجال» کے نام سے مشہور ہے اس سے استفادہ کرے۔

(2) راوی کی نسبت کا ضبط:

راوی کی نسبت کی تحقیق کرے کہ مثلاً: قتادہ بن دعامہ السدوسی، تو یہ «سدوس» کیا ہے کوئی قبیلہ ہے یا کسی علاقے کا نام ہے؟ اور بفتح السین سدوسی ہے یا بضم السین سدوسی؟
انساب کی تحقیق کے لئے سمعانی کی «الأنساب» بہترین ہے، پھر اس کی تلخیص ابن اثیر نے "اللباب فی تہذیب الأنساب" کے نام سے کی، پھر علامہ سیوطی کو خیال آیا کہ اس میں جو نسبتوں کے اعراب کا ضبط ہے اسے علیحدہ سے مرتب کر دینا چاہئے، لہذا انہوں نے «لب اللباب» کے نام سے اس کا اختصار لکھ دیا، تو اس سے انساب کا درست تلفظ معلوم ہو جاتا ہے۔

(3) راوی کے مشہور شیوخ و تلامذہ:

شیوخ اور تلامذہ کا جاننا راوی کی معرفت اور دوسرے لوگوں سے اس کے ربط جاننے کا نیز اس کا طبقہ و زمانہ جاننے کا بہترین ذریعہ ہے۔
ہر راوی کے بارے میں ابتداءً صرف تین شیوخ اور تین تلامذہ یاد رکھے، اور کوشش کرے کہ ان میں سے مشاہیر یا بکثرت روایت لینے والوں کا انتخاب کرے۔

مثلاً:

دکیح بن الجراح مشہور محدث ہیں، لیکن اگر بتایا جائے کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں تو اب دیکھیں ان کی پہچان کس قدر بڑھ جاتی ہے۔

(4) راوی کے بارے میں کوئی ایسی بات جس سے اس کا خاکہ ذہن میں بیٹھ جائے:

مثلاً قتادہ بن دعامہ السدوسی ہیں:

یہ مادر زاد نابینا تھے، ان کا حافظہ ضرب المثل تھا، خود فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی محدث کو یہ نہیں کہا کہ دوبارہ بتاؤ، پہلی دفعہ میں ہی یاد ہو جاتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا «صحیفہ» ان کے سامنے پڑھا گیا تو ایک ہی بار میں مکمل یاد ہو گیا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرے کانوں میں کوئی چیز ایسی داخل نہیں ہوئی جسے میں بھول گیا ہوں، اب بات ان کی درست تھی، لیکن شاید یہ دعویٰ کی صورت ہو گئی جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی، تو اپنے غلام سے کہنے لگے کہ: میرے جوتے تو لاؤ، غلام نے کہا: وہ تو آپ کے پاؤں میں ہیں! تو یہ بات ہی بھول گئے کہ جوتے پہنے تھے یا نہیں۔

اب دیکھیں جب یہ واقعہ سامنے ہو تو قتادہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی ایک ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے، کہ وہ دوسرے لوگوں سے وہ ایسے ممتاز ہو جاتے ہیں کہ جب بھی وہ سند میں آئیں گے، طالب علم فوراً پہچان لے گا کہ یہ وہی قتادہ ہیں جن کے حفظ کے قصے مشہور ہیں۔

(5) محدثین کا اس راوی کے بارے میں حکم:

حکم کا جائز راوی کے سند میں موجود ہونے کے اثرات معلوم کرنے کے لئے بھی، بہت ضروری ہے، نیز اس حکم سے بھی راوی کو یاد رکھنے میں مدد ملتی ہے، مثلاً پیچھے: وکیع بن الجراح کا تذکرہ گذرا، وہ خود تو امام ہیں، لیکن سفیان بن وکیع جو ان کے پیٹے ہیں محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ: ان کی ایک کاغذ فروش سے دوستی تھی، اور وہ گڑبڑ کرتا تھا، اور حدیث موقوف کو مرفوع یا مرسل کو موصول بتاتا یا رواۃ میں تبدیلی کر دیتا، اور یہ اس کی تلقین کو قبول کر لیا کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ محدثین کے ہاں ضعیف قرار پائے۔

تو اب دیکھیں: یہ حکم دیکھنے کے بعد سفیان بن وکیع کی بلکہ ان کے والد صاحب کی شناخت کو بھی تقویت ہو گئی کہ وہ خود تو امام تھے، لیکن پیٹے کے ساتھ یہ معاملہ ہوا۔

اور حکم تلاش کرنے میں دشواری ہو تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی «تقریب التہذیب» اور حافظ ذہبی کی «الکشف» سے مدد لے۔

6۔ راوی کی تاریخ وفات یا طبقہ:

یہ بھی کتب رجال سے بآسانی جانا جاسکتا ہے۔ اور اس سے راوی کا زمانہ متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے جس سے ایک نام یا کنیت کے دروایہ میں فرق جانا بھی سہل ہوتا ہے، نیز سند کا اتصال و انقطاع، ارسال و تدلیس وغیرہ امور پہچاننے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔ اختصار کے ساتھ روایہ کے طبقات جاننے کے لئے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی «المعین فی طبقات المحدثین» بہت مفید ہے۔

محدثین کے قوی حافظہ کا راز:

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: محدثین کو کیسے ہزاروں بلکہ لاکھوں روایہ کے احوال یاد ہو جاتے تھے؟ چلو مان لیا کہ ان میں سے بعض حضرات کا بلکہ اکثر کا حافظہ بہت قوی تھا، لیکن سب کے بارے میں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ: ان کا حافظہ بہت مضبوط تھا، لیکن جب ہم اس دور کے عمومی احوال دیکھتے ہیں تو ہر محدث چاہے وہ قوی الحفظ ہو یا نہ ہو روایہ کی ایک بڑی تعداد کو جانتا پہچانتا ہے، تو اس کی بنیاد ایک ماحول اور روز کا مذاکرہ تھا، کہ باقاعدہ علمی مجلسیں جم رہی ہیں ایک ایک راوی کو لے کر اس پر گفتگو ہو رہی ہے، اس کے واقعات و حالات زیر بحث ہیں، تو جب بار بار اس شخص کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ پہچان میں آجاتا تھا، لہذا محدثین کو کتابوں سے رٹا لگا کر اسماء و احوال یاد کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

تو اب بھی وہی مذاکرہ کی صورت اپنانے کی ضرورت ہے، چاہے وہ مذاکرہ ساتھیوں سے تکراری شکل میں ہو، یا کتابوں سے اعادہ کی شکل میں، یا کاپیوں پر خاکہ اور نقشہ جات بنا کر محفوظ کرنے کی کوشش میں ہو۔

نیز روزانہ کا دہرانا بھی کسی چیز کو یاد کرنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، مشاہیر روایہ کی ایک مختصر تعداد کو لے لے جیسا کہ آگے آرہا ہے، اور روزانہ ان کے مختصر احوال جو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی ڈائری میں لکھ رکھے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لیا کرے، ہفتہ دس دن بعد وہ ازبر ہو جائیں گے، تو پھر آگے بڑھے۔

پھر یہاں ایک بات واضح رہے کہ: یہاں ابتداء میں بہت کامل درجے کا مطالبہ نہیں ہے کہ ہر ہر راوی کے جمیع شیوخ و تلامذہ کے نام یاد رکھے، اور جمیع احوال اور اس کے بارے میں محدثین کے سب اقوال اس کو یاد ہوں، اور فر فر منادے، یہ مقصود نہیں ہے۔

یہاں تو ابتداء ادنیٰ درجے کی شناخت جس سے وہ فرد پہچان میں آجائے، بس اتنا کافی ہے، پھر مستقل مزاجی سے روزانہ کی بنیاد پر یہ کام کرتا رہے گا، تو اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ترتیب یاد کرنے میں وقت صرف نہ کریں:

بسا اوقات طلباء کسی چیز کی ترتیب کو یاد کرنے میں بہت صلاحیت اور توانائی صرف کر دیتے ہیں، پھر جب مشکل لگتا ہے تو چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً ابن شہاب زہری کے پچیس شاگرد یاد کرنے کو دیئے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ جیسے (قرآن مجید) کی آیات ترتیب سے آگے پیچھے مرتب ہوتی ہیں، اسی طرح بہر حال مرتب طور پر یاد ہو، اور ایک فہرست کی شکل میں وہ اسے انگلیوں پر شمار کر سکے۔

اب اس کی ساری صلاحیت ترتیب یاد کرنے میں لگتی ہے کہ اس لسٹ میں پہلے کونسا راوی تھا اور اس کے بعد کونسا اور اس کے بعد کونسا؟ حالانکہ یہ ترتیب یہاں مقصود نہیں، یہ تو بہت بعد کا مرحلہ ہے، یہاں یہ مقصود ہے کہ راوی جب اس کے سامنے آئے اس کی کچھ شناخت اسے ہو، اور سند میں اس کی موجودگی کے اثرات سے واقف ہو، بس فی الحال اتنا کافی ہے۔

تو کام کا طریقہ کار کیا ہو گا یہ تو واضح ہو گیا، اب عملاً کام شروع کرتے ہیں۔



مند کے مختلف حصے اور ان کی شناخت کا طریقہ کار

مند کو پہچاننے کے لئے اس کے تین حصے کئے جاسکتے ہیں:

(1) ابتداء مند:

اس سے مراد مندا کا وہ حصہ ہے جہاں سے صاحب کتاب مندی بیان کرنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے حدیثنا فلان ... الخ یعنی صاحب کتاب کے مشائخ کا جو طبقہ ہے وہ ابتداء مند میں آئے گا۔ تو ہم اس مرحلہ میں امام ترمذی رحمہ اللہ کے ان مشائخ کا تذکرہ کریں گے جن سے وہ بکثرت روایات لیتے ہیں، اور ان میں سے ۹ حضرات ایسے ہیں جن سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ۱۰۰ سے زیادہ روایات لی ہیں، ان حضرات کی روایات کی مجموعی تعداد نصف کتاب سے بھی زیادہ ہے کہ ان کی روایات کی مجموعی تعداد ۲۵۲۵ بنتی ہے، اور سنن ترمذی کی روایات کی کل تعداد ۳۹۵۶ ہے، پھر ان کے ساتھ ۱۱۰ ایسے افراد شامل کیے جائیں جن کی روایات ۵۰ سے زیادہ ہیں تو ان حضرات کی روایات کی مجموعی تعداد دو تہائی کتاب سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ تو ہم اس مرحلہ میں ان ۱۹ افراد کی شناخت کریں گے۔ ان میں سے پہلے ۹ حضرات کے مفصل حالات بھی اس رسالہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

گو یہاں ہم نے سنن ترمذی کی مندا کو بنیاد بنایا ہے لیکن درحقیقت یہ صحاح ستہ کی اسانید کی بات ہے کیونکہ وسط مند اور انتہاء مند تو سب میں مشترک ہے اور مشائخ میں سے بھی بہت سے حضرات دیگر کتب صحاح کے مؤلفین کے بھی مشائخ ہیں۔

(2) وسط مند:

اس سے مراد مندا کا وہ حصہ ہے جس میں مند کے درمیان کے رواۃ زیر بحث آئے گے اس کی شناخت کے لئے اس مستوی پر ہم نے حضرت علی بن مدینی رحمہ اللہ کا مشہور قول رکھا ہے، اس میں معروف اور مکثر رواۃ کی بنیادی شناخت میں کافی مدد ملتی ہے۔

(3) انتہاء مند:

اس حصہ میں مکثرین صحابہ اور ان کے مشہور تلامذہ کا تعارف کروایا گیا ہے۔

پہلا مرحلہ

ابتداء سند کی پہچان:

امام ترمذی کے وہ شیوخ جن سے وہ بکثرت روایت لیتے ہیں۔

سوروايات سے زیادہ والے مشائخ:

- (1) قتيبة بن سعيد 606 روایات
- (2) محمد بن بشار 432 روایات
- (3) محمود بن غیلان 293 احادیث
- (4) ہناد بن السری 263 احادیث
- (5) احمد بن منیع البغوی 260 احادیث
- (6) محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی۔ 174 روایات
- (7) محمد بن العلاء ہمدانی (ابو کریب کوفی) 177 روایات
- (8) علی بن حجر السعدی 163 روایات۔
- (9) عبد بن حمید الکشی 157 روایات۔

سوروايات سے کم والے مشائخ:

- (10) اسحاق بن موسیٰ بن عبد اللہ الحطمی 89 روایات
- (11) حسن بن علی بن محمد الحلوانی 72 روایات
- (12) سوید بن نصر المروزی 70 روایات
- (13) حمین بن حریث الخزاعی 64 روایات
- (14) عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی 62 روایات
- (15) محمد بن المثنیٰ 62 روایات
- (16) نصر بن علی بن نصر المصطفیٰ 57 روایات

(17) سفیان بن وکیع بن الجراح 53 روایات

(18) اسحاق بن منصور الکونج 53 روایات

(19) عبد اللہ بن سعید بن حصین الکندی 46 روایات

دوسرا مرحلہ

وسط سندی بھجان:

مدار الاسانید حضرات کا تعارف:

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نظرت فاذا علم الاسانید یدور علی ستة نفر"

کہ میں غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ علم الاسانید کا مدار چھ اشخاص پر ہے۔

پہلا طبقہ:

مدینہ منورہ میں:

(1) محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری

اہل مکہ میں:

(2) عمرو بن دینار الحمیری

اہل بصرہ میں:

(3) یحییٰ بن ابی کثیر البصری الیمامی الطائی

(4) قتادہ بن دعامة السدوسی

اہل کوفہ میں:

(5) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی

(6) سلیمان بن مہران الأعمش

دوسرا طبقہ

اصحاب الاصفان پھر ان چھ اشخاص کا علم بارہ حضرات کی طرف منتقل ہوا جنہیں بقول حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ "أصحاب الأصفان" کہا جاتا ہے جنہوں نے علم حدیث میں تصنیف کی۔ ان میں سے تین علیحدہ علیحدہ شہروں کے ہیں اور دو مکہ کے، دو مدینہ کے اور پانچ بصرہ کے۔ تین علیحدہ علیحدہ شہروں کے یہ ہیں:

احل کوفہ میں:

(1) سفیان بن سعید بن مسروق الثوری

احل شام میں:

(2) عبد الرحمن بن عمر والاذواعی

احل واسطہ میں:

(3) ہشیم بن بشیر

احل مکہ میں:

(4) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج

(5) سفیان بن عیینہ

مدینہ منورہ میں:

(6) مالک بن انس

(7) محمد بن اسحاق بن یسار

یہ وہ ابن اسحاق ہیں جنہوں نے سیرت پر سب سے پہلی کتاب لکھی، جو سیرت ابن اسحاق کے نام سے مشہور ہے۔ (یہ دونوں حضرات امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں)

اہل بصرہ میں :

- (8) سعید بن ابی عروبہ
- (9) حماد بن سلمہ البصری
- (10) أبو عوانہ الوضاح بن عبد اللہ الشکری
- (11) شعبہ بن الحجاج
- (12) معمر بن راشد البصری

تیسرا طبقہ

دوسرے طبقہ کے (ان بارہ حضرات کا علم چھ اشخاص کی طرف منتقل ہوتا ہے)

- (1) یحییٰ بن آدم
- (2) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ
- (3) یحییٰ بن سعید القطان
- (4) عبد اللہ بن مبارک حنظلی
- (5) عبد الرحمن بن مہدی
- (6) وکیع بن الجراح بن ملیح

حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آخری طبقہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ وہ ان مذکورہ بالا حضرت میں زیادہ بلند مقام کے حامل تھے۔

انتہاء سند کی پہچان:

مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف:

اس مرحلہ میں ہم مکثرین صحابہؓ کی اور ان کے مشہور تلامذہ کا تعارف حاصل کریں گے۔ مکثرین صحابہ کرمؓ سے مراد وہ صحابہؓ ہیں، جن کی روایات ایک ہزار سے زائد ہیں، اور وہ سات صحابہؓ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 5374 روایات
- (2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 2630 روایات
- (3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ 2286 روایات
- (4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 2210 روایات
- (5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ 1660 روایات
- (6) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ 1540
- (7) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ 1170

اصحاب المصنوع:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن کی روایات سینکڑوں میں ہیں ان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، ان میں سے تین حضرات کی روایات پانچ سو سے زیادہ ہیں۔

- (8) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ 848 روایات
 - (9) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ 700 روایات
 - (10) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 537 روایات
- ان دس صحابہؓ پر اکثر احادیث کا مدار ہے۔

پھر ان کے علاوہ جو حضرات اہل فتویٰ کے طور پر مشہور تھے جیسے حضرات شیخین یا حضرت زید بن

ثابت، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ان کے احوال محفوظ کرے۔

پھر صاحب مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ کام کیا ہے کہ "الاکمال فی معرفۃ الرجال" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ان صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے احوال جمع کئے ہیں جن کی روایات مشکوٰۃ میں آئی ہیں اور اکثر و بیشتر صحابہ جن سے احادیث نقل کی جاتی ہیں ان کے اسماء اس میں آگئے ہیں۔

یہ رسالہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے آخر میں چھپا ہوا ہے لیکن کم ہی کوئی دیکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بطور مصنف چھپا ہوا ہے جبکہ اس رسالے کی آخری سطریں دیکھیں خود صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اس رسالے کی تالیف کا تذکرہ کیا ہے بلکہ اس کے مکمل ہونے کی تاریخ اور اپنے شیخ علامہ طیبی کو سنانے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

تو اس رسالہ سے دیکھ کر صحابہ و تابعین کی معرفت میں آگے بڑھے۔

پھر اگر کسی صحابی کا تذکرہ اس رسالہ میں نہ ملے تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی "الإصابة" سے مدد لے لے۔

مکثرین صحابہ کے مشہور شاگرد:

اب جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معرفت کسی درجہ میں حاصل ہوگئی تو ان سے نقل کرنے والے کبار تابعین کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور وہ بالترتیب ذکر کئے جاتے ہیں۔

اصحاب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے چھ زیادہ مشہور ہیں۔

امام ابو داؤد کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کی نقل میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ:

(1) سعید بن المسیب

(2) ابو صالح ذکوان

(3) ابن سیرین

(4) (سعید) المقبری

(5) (عبدالرحمن بن ہرمز) الاعرج

(6) ابورافع (مولی آل عمر)^(۱)

ان چھ کیساتھ دو حضرات کا اور اضافہ کر لیں تو یہ فہرست اور جامع ہو جاتی ہے۔

(7) ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف۔

(8) ہمام بن منبہ۔

اصحاب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما:

(1) ان کے بیٹے سالم رضی اللہ عنہ

(2) ان کے مولی نافع رضی اللہ عنہ

(3) ان کے مولی عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ

اصحاب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

(1) قتادہ بن دعامہ السدوسی

(2) ابن شہاب الزہری

(3) ثابت البنانی

(4) حمید بن ابی حمید الطویل

(5) عبدالعزیز بن صہیب

اصحاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

(1) ان کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

(2) ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

(۱) تہذیب التہذیب، فی ترجمۃ ابو صالح ذکوان۔

(3) مسروق بن الابدع رضی اللہ عنہ

(4) اسود بن یزید النخعی رضی اللہ عنہ

(5) عمرہ بنت عبد الرحمن الانصاریہ رحمہم اللہ

(6) یحییٰ بن سعید الانصاری رضی اللہ عنہ

(7) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

اصحاب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما :

(1) ان کے مولیٰ مکرمہ رضی اللہ عنہ

(2) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

اصحاب حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ :

(1) ابوالزبیر محمد بن مسلم امکی

(2) عطاء بن ابی رباح

اصحاب حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ :

(1) ابوصالح

(2) عطاء بن یمار

اصحاب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ :

(1) علقمہ بن قیس النخعی

(2) ابوداؤد شقیق بن سلمہ الاسدی

اصحاب حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ :

ان کی عمرو بن شعیب عن امیہ عن جدہ کی سند زیادہ معروف ہے۔

اصحاب حضرت علی بن ابی طالب ؑ:

(1) قیس بن ابی حازم

(2) عبیدہ السلمانی (1)

(3) علقمہ بن قیس

یہ مکثرین صحابہ کے مشہور تلامذہ کا کچھ تعارف ہو گیا۔

اس میں دیکھیں دو چار نام ہی ذہن نشین کرنے ہیں، کوئی مشکل بات نہیں، پھر رفتہ رفتہ اسی طرح دیگر صحابہ کرام ؑ کے مشہور تلامذہ کو دیکھا اور یاد کیا جاسکتا ہے۔



حصہ دوم

امام ترمذیؒ کے نو (۹) مشائخ کے تفصیلی حالات

مدار الاسانیہ حضرات کا مفصل تعارف

صحابہ کرامؓ کے معروف تلامذہ کا مفصل تعارف

امام ترمذیؒ کے نو (۹) مشائخ کے تفصیلی حالات

(۱) قتیبہ بن سعید

الأسم	أبو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف الثقفی البلخی البغلانی
الشہرة	قتیبہ بن سعید الثقفی
المسکن	بغلان افغانستان حالیا
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۲۴۰ھ

حالات

یہ بلخ کے علاقے بغلان کے رہنے والے تھے جو موجودہ دور میں افغانستان کا علاقہ ہے پھر بغداد میں ایک عرصہ تک رہے ہیں۔ پہلے علم رائے میں مشغول تھے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک مشیکزہ اتر آ جس نے مشرق تا مغرب کے علاقے کو گھیر لیا اور لوگ بڑھ بڑھ کر اس مشیکزے میں جو چیر تھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے، میں نے آگے بڑھ کر کوشش کی تو میں کامیاب ہو گیا، صبح اٹھ کر ایک بزرگ جو خوابوں کی تعبیر کے ماہر تھے ان کی خدمت میں گیا تو وہ کہنے لگے بیٹا تم علم حدیث حاصل کرو کیونکہ یہ وہ علم ہے جو مشرق و مغرب تک پھیل جائے گا۔ پھر یہ علم حدیث میں مشغول ہوئے، اور ان کے خواب کی تعبیر آج کھلی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے کہ صرف امام ترمذی ہی نہیں دیگر حضرات صحاح سے کے بھی بڑے استاد ہیں جن سے سب نے بکثرت روایات لی ہیں، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے علاوہ باقی تمام حضرات صحاح سے ان کے براہ راست شاگرد ہیں، البتہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ان سے بالواسطہ روایت لی ہے۔ ان کا زمانہ تدریس بہت طویل ہوا ہے اس لیے ان کا فیض خوب پھیلا، حمید بھی ان کے شاگردوں میں سے ہیں اور محمد بن فضل الواعظ بھی، اور ان دونوں میں (۱۹۸ ٹھانوسے) سال کا فاصلہ ہے۔ ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۱ مؤسسه الرسالة تہذیب التہذیب ۵/۶۶۱ دار الحدیث قاہرہ، شذرات الذهب ۳/۱۸۲

(2) محمد بن بشار (بندار)

الاسم	أبو بكر محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن كيسان العبدي البصري
الشهرة	محمد بن بشار بندار
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة
الوفاة	۲۵۲ھ

حالات

یہ مشائخ تسعة میں سے ہیں، مشائخ تسعة ان نو حضرات کو کہتے ہیں جن سے صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے براہ راست علم حاصل کیا ہے۔ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التوحید میں ان کا تذکرہ یوں کیا ہے أخبرنا إمام أهل زمانه في العلم والأخبار محمد بن بشار. ان کا لقب بُندار ہے کہ بُندار اس تاجر کو کہا جاتا ہے جس کے پاس ہر طرح کا سامان موجود ہو ان کے پاس چونکہ ہر طرح کی روایت مل جاتی تھی اس لئے ان کو بندار کہا جانے لگا، ان کے پاس اتنی کثرت سے روایات تھیں کہ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: میں نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں، حالانکہ والدہ کی خدمت کی ضرورت کی وجہ سے یہ بصرہ میں ہی رہے، والدہ کے انتقال کے بعد آخری عمر میں چند اسفار کئے ہیں۔ بصرہ میں ان کے بڑے استاد یحییٰ بن سعید القطان تھے، خود فرماتے ہیں میں ان کی خدمت میں بیس سال تک جاتا رہا اور اگر اس کے بعد بھی وہ زندہ رہتے تو میں مزید بھی ان کی خدمت میں جاتا، انہوں نے ۱۸ سال کی عمر سے حدیث مبارکہ کی تدریس شروع کر دی تھی اور حافظہ بہت قوی تھا تو زبانی ہی نقل کرتے تھے، ابو خض عمرو بن علی الفلاس نے ان پر جرح بھی کی ہے جسے محدثین نے معاصرانہ چشمک پر محمول کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے ڈھائی سو سے زیادہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ساڑھے چار سو سے زائد روایات لی ہیں ۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء، ۱۲/۱۴۴ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۶/۱۵۹ دار الحديث قاهرة، شذرات الذهب ۳/۳۸۸

(3) محمود بن غیلان

الاسم	أبو أحمد محمود بن غيلان القرشي العدوي المروزي
الشهرة	محمود بن غيلان
المسكن	مرو، بغداد
الرتبة	ثقة
الوفاة	۲۳۹ھ

حالات

یہ مرو کے رہنے والے مشہور محدث ہیں، بغداد میں بھی رہے ہیں، حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ علم حدیث کے شہسواروں میں سے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ان سے روایت حدیث کی بناء پر واقف ہوں، اہل سنت میں سے ہیں، قرآن مجید کی وجہ سے قید و بند کی صعوبت بھی اٹھائی ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے علاوہ باقی سب ارباب صحاح ستہ کے استاد ہیں، خود فرماتے ہیں اسحاق بن راہویہ نے مجھ سے دو حدیثیں سنی ہیں، حج پر تشریف لے گئے تھے واپسی پر ۲۳۹ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۲۳ مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۲۲۴، درالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۳/۱۷۸

(4) ہناد بن السری

الاسم	أبو السري هناد بن السري بن مصعب الحنظلي الدارمي التميمي الكوفي
الشهرة	هناد بن السري
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة
الوفاة	۲۴۳ھ

حالات

یہ اپنے زمانے کے ائمہ حدیث میں سے ہیں، عبادت وزہد میں بھی مشہور ہیں، عابد الکوفہ شیخ الکوفہ، راہب الکوفہ ان کے القاب ہیں، عمر بھر شادی نہیں کی علم و عبادت میں ہی مشغول رہے، کتاب الزہد کے مصنف بھی ہیں، قتیہ فرماتے ہیں میں نے وکیع کو جتنی تعظیم ہناد کی کرتے دیکھا اور کسی کی اتنی تعظیم نہیں کرتے دیکھا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کوفہ میں ہم کس سے حدیث لکھیں تو فرمایا علیکم بہناد، احمد بن سلمہ نیشاپوری فرماتے ہیں ایک دفعہ ہمیں حدیث پڑھا کہ فارغ ہوئے تو مسجد جا کر نصف النہار تک نوافل پڑھے پھر اپنے گھر تشریف لے گئے اور وضوء فرما کر کچھ دیر بعد آئے اور ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی پھر عصر تک نوافل پڑھے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور مغرب تک قرآن مجید کی تلاوت کی میں نے ایک ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے ان کی اس عبادت پر تعجب کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا ان کا ستر سال سے یہی معمول ہے اور یہ ان کی دن کی عبادت ہے اگر آپ ان کی رات کی عبادت دیکھتے تو اور بھی تعجب کرتے۔ ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۶۵ مؤسسة الرسالة، تحذیب التہذیب ۷/۴۲۲، درالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۳/۱۹۹،

(5) أحمد بن منيع

الاسم	أبو جعفر أحمد بن منيع بن عبد الرحمن البغوي المروزي ثم البغدادي
الشهرة	أحمد بن منيع البغوي
المسكن	بغشور، بغداد
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۴ھ

حالات

یہ مروروذ کے علاقے بغشور کے رہنے والے ہیں، ان کی مسند بھی معروف ہے اور مسانید عشرہ میں شمار ہوتی ہے۔ بہت عابد و زاہد آدمی تھے روزانہ دس پارے تلاوت کیا کرتے تھے تو تین دن میں قرآن مجید مکمل کر لیتے تھے، خود فرماتے ہیں چالیس سال سے میری یہی ترتیب ہے، ابویعلیٰ غلیلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں یہ علم کے اعتبار سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پائے کے آدمی تھے، امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ باقی تمام ارباب صحاح ستہ ان سے براہ راست نقل کرتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے واسطہ کے ساتھ ان سے روایت لی ہے۔ جب انتقال ہوا تو ان کا ترکہ محض چوبیس درہم کا ہوا، ۲۴۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۸۴ تہذیب التہذیب ۱/۱۲۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۳/۲۰۱ دار ابن کثیر۔

(6) محمد بن یحییٰ بن أبی عمر العدنی

الاسم	أبو عبد الله محمد بن يحيى بن أبي عمر العدني المكي
الشهرة	ابن أبي عمر العدني
المسكن	عدن، مكة
الرتبة	صدوق
الوفاة	۲۴۳ھ

حالات

یہ یمن کے شہر عدن کے رہنے والے تھے وہاں قاضی تھے پھر مکہ چلے گئے اور باقی عمر مکہ میں گزاری،
مذہب بھی تصنیف فرمائی، ستر حج کئے اور ساڑھے سال طواف میں مشغول رہے یعنی زیادہ تر وقت طواف
میں گزارتے تھے۔

ابو حاتم رازی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نیک آدمی تھے لیکن ان میں کچھ غفلت تھی نوے
سال کی عمر میں مکہ میں ۲۳۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴۸۳/۱۱، تہذیب التهذیب ۵۴۷/۶، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۱۹۹/۳ دار ابن کثیر۔

(7) أبو کریب محمد بن العلاء همدانی کوفی

الاسم	أبو کریب محمد بن العلاء بن کریب الهمدانی الکوفی
الشهرة	أبو کریب محمد بن العلاء همدانی
المسکن	الکوفة
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۷ھ

حالات

یہ مشائخ تسعة میں سے ہیں اور کوفہ کے مشہور محدث، ہیں ارباب صحاح ستہ کے علاوہ محمد بن یحییٰ ذہبی حافظ ابوزرہ والی وحاتم الزاذلی وغیرہ بڑے بڑے حضرات محدثین نے ان سے حدیث حاصل کی ہے، محمد بن عبد اللہ بن نمیر کہتے ہیں عراق میں ان سے زیادہ کثیر الروایہ کوئی شخص نہیں تھا، موسیٰ بن اسحاق کہتے ہیں میں نے ان سے ایک لاکھ احادیث سنی ہیں، ابراہیم بن ابی طالب کہتے ہیں محمد بن یحییٰ الذہبی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں عراق میں سب سے زیادہ مضبوط حافظہ والا کون ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بعد ابو کریب سے احفظ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں: میں نے ابن عقدہ کو حفظ اور کثرت میں ابو کریب کو تمام مشائخ پر فوقیت دیتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے ابو کریب کی بدولت کوفہ میں تین لاکھ احادیث ظاہر ہوئی ہیں۔ انہوں نے اس خوف سے کہ کل کو کوئی شخص ان کی روایات میں رد و بدل کر کے ان کے نام سے نقل نہ کرے اپنی کتب کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کی تھی تو ایسا ہی کیا گیا ۲۴۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۹۴، تہذیب التہذیب ۱/۴۳۱ دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۳/۲۲۶ دار ابن کثیر۔

(8) علی بن حجر السعدی

الاسم	أبو الحسن علي بن حجر بن إياس بن مقاتل السعدي المروزي
الشهرة	علي بن حجر السعدي
المسكن	بغداد، مرو
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۴ھ

حالات

انہوں نے طلب علم میں بہت سے سفر کئے اور بغداد میں ایک عرصہ تک رہے پھر مرو چلے گئے فرماتے ہیں جب میں عراق سے نکلا تو میری عمر تینتیس سال تھی تو میں نے دل میں سوچا اگر مجھے مزید تینتیس سال کی عمر مل گئی تو میں اس حدیث کے علم کو جو میں نے جمع کیا ہے دنیا میں پھیلا دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تینتیس سال اور بھی دیئے اور اس کے بعد تینتیس مزید دے دیئے (گویا کل عمر ننانوے سال ہو گئی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں کہ یہ تقریباً ہے ورنہ ننانوے سال پورے نہیں ہوئے تھے)۔

حافظ ابوبکر امین فرماتے ہیں خراسان کے مشائخ تین حضرات ہیں، قتیبہ، علی بن حجر اور محمد بن مہران رازی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ علم کے ذخیروں میں سے ایک تھے ان سے متعدد دشہروں اور علاقوں کے لوگوں نے علم حاصل کیا ہے، شاعر بھی تھے علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بعض اشعار نقل کئے ہیں ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا اور اسی سال احمد بن منیع وغیرہ حضرات محدثین کا بھی انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵۰۷/۱۱، تہذیب التہذیب ۱۶۲/۵، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذہب ۲/۳، ۲۰۲ دار ابن کثیر.

(9) عبد بن حمید الکشی

الاسم	أبو محمد عبد بن حمید بن نصر الکشی
الشهرة	عبد بن حمید الکشی
المسکن	الکش حالیا ایران
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۹ھ

حالات

کُش ماوراء النہر کا علاقہ تھا، موجودہ دور میں ایران میں اس نام کے دو تین علاقے پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک جرجان کے پاس اور ایک طالقان کے پاس ہے، قدیمی دور والا ”کُش“ کونسا ہے تعین دشوار ہے، بعض نے کہا کہ یہ علاقہ آج کل ازبکستان میں آتا ہے عربی میں جب سین کے ساتھ بولتے ہیں تو کاف کے نیچے کسرہ پڑھتے ہیں، اس علاقہ کے بہت سے محدثین ہوئے ہیں جن میں عبد بن حمید کُشی بھی ہیں یہ مشہور محدث ہیں صاحب تصانیف ہیں ان کی تفسیر اور مسند مشہور ہیں تفسیر کا کچھ حصہ نیز مسند کا انتخاب موجودہ دور میں طبع شدہ ملتا ہے۔^(۱)

نوٹ: امام ترمذیؒ کے باقی مشائخ کے تفصیلی حالات اس کتاب کے المستوی الثانی میں ملاحظہ فرمائیں۔



(۱) سیر اعلام النبلاء، ۱۲/۲۳۵ تہذیب التہذیب ۴/۵۴۲ دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۳/۲۲۷ دار ابن کثیر۔

مدارالاسانید حضرات کا تفصیلی تعارف

پہلا طبقہ:

(1) ابن شہاب الزہری

الاسم	أبو بكر محمد بن مسلم بن عبيد الله بن عبد الله بن شهاب الزهري القرشي المدني
الشهرة	ابن شهاب الزهري
المسكن	المدينة، الشام
الرتبة	الفقيه الحافظ، متفق على جلالته واتقانه
الوفاة	۱۲۴ھ

حالات

یہ حدیث مبارکہ کے مذبون اول شمار ہوتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ کے حکم پر انہوں نے کتاب مرتب کر کے انہیں پہنچادی تھی، علی بن مدینی ؓ نے جن چھ حضرات کو مدار السنہ قرار دیا ہے ان میں سے ایک ہیں، صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک اور سہل بن سعد الساعدی ؓ سے، اور کبار تابعین جیسے سعید بن المسیب اور مدینہ منورہ میں جو فقہاء بیعت مشہور تھے ان حضرات سے علم حاصل کیا، خود فرماتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب ؓ کے گھنٹوں سے گھٹنے ملا کر سات سال تک بیٹھا ہوں، مدینہ منورہ میں رہتے تھے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں شام گئے پھر وہاں منتقل آمدورفت رہی اور بنو امیہ کے متعدد خلفاء کے ساتھ رہنے کی نوبت آئی۔ ان کا حافظہ بھی مشہور ہے ایک دفعہ امام مالک ؓ نے جو ان کے اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں ان سے ایک حدیث کے بارے میں دوبارہ پوچھا تو فرمانے لگے میں نے کبھی کسی محدث سے دوبارہ نہیں پوچھا۔ اس طرح ایک بار امام مالک ؓ کو سو (۱۰۰) احادیث سنائیں اور پوچھا کتنی یاد ہو گئیں انہوں نے عرض کیا چالیس تو بیٹھانی پر ہاتھ مار کر فرمانے لگے انا لثقت حفظ کیسے جاتی رہی؟ ان کے علم و فضل میں بے مثل ہونے اور حدیث و فقہ میں ان کی امامت پر محدثین کے بہت سے اقوال ہیں اور البقول حافظ ابن حجر ان کی جلالت شان و اتقان پر اتفاق رائے ہے۔ البتہ ان کی مراہیل محدثین کے ہاں ضعیف شمار ہوتی

ہیں، یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ چونکہ حافظ ہیں تو راوی کا نام وہیں ترک کرتے ہیں جہاں اس کا ذکر پسندیدہ نہیں ہوتا، اسی طرح کبھی تدلیس سے بھی کام لیتے ہیں، ۱۲۳ یا ۱۲۵ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۲۶، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۴۸۴، شذرات الذهب ۲/۹۹، دار ابن کثیر.

(2) عمرو بن دينار

الاسم	أبو محمد عمرو بن دينار الجمحي المكي
الشهرة	عمرو بن دينار الجمحي
المسكن	مكة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٢٦ هـ

حالات

یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، صغارتا بعین میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان کے علم و فضل کی وجہ سے حفاظ متقدمین میں ان کو ایک نمایاں مقام حاصل تھا مکہ میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے، ابن ابی شیبہ کہتے ہیں میں نے عمرو بن دينار سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا نہ عطاء کو نہ طاووس کو اور نہ مجاہد کو، ایک بار کہنے لگے ہمارے علاقے میں عمرو بن دينار سے بڑا عالم اور کوئی نہیں پھر کہنے لگے بلکہ روئے زمین پر اس زمانہ میں ان سے بڑا عالم اور کوئی نہیں، حرم میں تیس سال تک انہوں نے فتویٰ دیا ہے آخری عمر میں اپنا حج ہو گئے تھے تو بھی ان کو گدھے پر سوار کر کے لایا جاتا تھا اور مسجد حرام میں بیٹھ کر تدریس کا عمل جاری رکھتے تھے، ابو زمرہ کہتے ہیں یہ علوم نبوت کے حاملین میں سے اور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں، صغار صحابہ کے علاوہ ائمہ تابعین سے بھی روایت کرتے ہیں اور مدار الاسانید میں سے شمار ہوتے ہیں، امام محمد بن باقر فرماتے ہیں، ہمیں حج کے سفر کا شوق اس وجہ سے بڑھ جاتا تھا کہ وہاں عمرو بن دينار سے ملاقات ہوگی، آخری عمر میں سامنے کے دانت گر گئے تھے اس لیے اثرم ان کا لقب ہے عطاء بن رباح جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اجل شاگرد ہیں ان سے بھی بکثرت روایت لیتے ہیں اور عطاء نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ ۱۲۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) ممبر اعلام النبلاء ۵/ ۳۰ مؤسسه الرسالہ، تہذیب التہذیب ۵/ ۳۶۹، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/ ۱۱۵، دار ابن کثیر۔

(3) یحییٰ بن ابی کثیر

الاسم	أبو نصر يحيى بن صالح بن متوكل الطائي البصري، اليمامي
الشهرة	يحيى بن ابى كثير
المسكن	يمامة، مدينة، بصرة
الرتبة	ثقة ثبت لكنه بدلس ويرسل
الوفاة	١٣٢٩ هـ

حالات

انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے بھی روایت کی ہے۔ یہ ان حضرات میں سے ہیں جنہیں مدارالسند قرار دیا گیا ہے، ابتداء میں بصرہ رہتے تھے پھر یمامہ چلے گئے، دس سال مدینہ منورہ بھی رہے ہیں، یمامہ میں ان کا درس حدیث کافی مشہور ہوا، امام اوزاعی وغیرہ حضرات نے ان سے یمامہ میں حدیث حاصل کی ہے۔ شعبہ کہتے ہیں یہ زہری سے حدیث میں بہتر ہیں، امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ زہری کی مخالفت کریں فالقول قول یحییٰ، نیز فرماتے ہیں یہ اثبت الناس ہیں اور زہری اور یحییٰ بن سعید جیلیہ لوگوں کے ساتھ شمار ہوتے ہیں۔ البتہ ان کی مرسل روایات کے بارے میں یحییٰ بن سعید شہ الریح فرماتے ہیں، حسین المعلم کہتے ہیں ہماری ایک بار یحییٰ بن کثیرؓ سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمانے لگے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ایک آدمی قلم دوات اور کاغذ لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ لکھے گا؟ تو میں نے کہا پھر بھی ایسی روایت آجائے تو آپ ہمیں بتادیا کریں تو فرمانے لگے جب میں بلغنی کہتا ہوں تو وہ کتاب سے نقل کرتا ہوں، ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ امام ہیں ثقہ لوگوں سے ہی نقل کرتے ہیں۔ (اور مرسل جب ثقہ لوگوں سے ارسال کرتا ہو تو اس کی مرسل مقبول ہوتی ہے) انہیں ظالم حکمرانوں کی مخالفت کی وجہ سے مشقتیں بھی اٹھانا پڑیں، ابن حبان فرماتے ہیں یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھے جس دن کسی جنازہ میں شریک ہوتے دن بھر نہ کسی سے کلام کرتے نہ رات کا کھانا کھاتے۔ فرمایا کرتے تھے علم کو جسم کی راحت کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۳۲ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۲۷، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب، ۵۹۲/۷ دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۱۲۵،

(4) قتادة بن دعامة

الاسم	أبو الخطّاب قتادة بن دعامة بن قتادة السدوسي البصري
الشهرة	قتادة بن دعامة السدوسي
المسكن	البصرة، واسط
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۱۱۷ھ

حالات

یہ بھی ان چھ حضرات میں سے ہیں جنہیں علی بن مدینی رحمہ اللہ نے مدار السنہ قرار دیا ہے سدوس ان کے اجداد میں ایک شخص کا نام ہے اس وجہ سے سدوسی کہلاتے ہیں، حافظ ذہبی رحمہ اللہ انہیں قدوة المحمّثین والمفسرین کے لقب سے یاد کرتے ہیں، یہ مادر زاد نابینا تھے اور ان کا حافظہ ضرب المثل تھا، خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی محدث کو کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھے دوبارہ بتلاؤ اور میرے ان کانوں میں کوئی چیز ایسی داخل نہیں ہوتی جس کو میرے قلب نے محفوظ نہ کر لیا ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ”قتادہ احفظ اہل بصرہ ہیں انہوں نے کوئی چیز ایسی نہیں سنی جو انہیں یاد نہ ہو گئی ہو، ایک مرتبہ حضرت جابر رحمہ اللہ کا صحیفہ ان کے سامنے پڑھا گیا تو ایک ہی بار سن کر انہیں یاد ہو گیا، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی خدمت میں آٹھ دن ہے اور تیسرے دن وہ فرمانے لگے قم یا اعمی وار تحل لقد انزفتنی۔ ایک بار فرمایا میں نے عراق میں قتادہ سے بڑا حافظ کوئی نہیں دیکھا نیز فرمایا مجھے گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا کوئی آدمی بھی پیدا کیا ہوگا۔ ان کی تدلیس بھی معروف ہے لیکن جب سماع کی تصریح کر دیں تو ان کی روایت بالاتفاق حجت ہے۔ ۱۱ھ میں یا ایک دو سال کے فرق سے انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۶۹، مؤسسة الرسالة تہذیب التہذیب ۵/۶۵۶، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۸۰،

(5) أبو اسحاق السبيعي

الاسم	أبو اسحاق عمرو بن عبد الله بن عبيد السبيعي الكوفي
الشهرة	أبو اسحاق السبيعي
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة مكثر عابداً اختلط بأخرة
الوفاة	١٢٩ هـ

حالات

یہ قبیلہ ہمدان کی شاخ بنی سبیع سے تعلق رکھتے ہیں، کوفہ کے مشہور محدث ہیں، متعدد صحابہ کرام نیز کبار تابعین سے روایت کرتے ہیں، علی بن مدینی رحمہ اللہ انہیں مدار الاسانید حضرات میں شمار کرتے ہیں طلب علم میں ان کی کوشش بہت بڑھی ہوئی تھی اس لئے بہت سے ایسے حضرات سے روایت میں متفرد ہیں جن سے دوسرے روایت نہیں کرتے، علی بن مدینی رحمہ اللہ ان کے چارو مشائخ بتاتے ہیں جن میں سے بیس صحابہ کرام ہیں، ابوجاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ کثرت روایت میں زہری رحمہ اللہ کے مشابہ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ان کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا جو ایک ہزار درہم سے زیادہ تھا، ان کے بیٹے یونس اور پوتے عیسیٰ بن یونس، اسرائیل بن یونس اور ہشام بن یوسف سب محدثین ہیں۔ ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ کہتے ہیں ہم نے حدیث چار لوگوں کے ہاں پائی۔ زہری، قتادہ، ابواسحاق، اور اعمش، ان میں سے قتادہ اختلاف روایات کو زیادہ جاننے والے اور زہری اسانید کے زیادہ جاننے والے اور ابواسحاق حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے زیادہ واقف تھے اور اعمش کے پاس یہ سب تھا، اور ان میں سے ہر ایک دو دو ہزار احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ ابواسحاق متواضع آدمی تھے فرمایا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں حدیث کی روایت کے معاملے میں برابر سرا بر پد چھوٹ جاؤں کہ نہ کوئی گناہ جو نہ اجر، شعبہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ ان کے بڑے شاگردوں میں ہیں، شعبہ سے پوچھا گیا کیا ابواسحاق رحمہ اللہ نے مجاہد سے روایات لی ہیں؟ تو فرمایا ان کو مجاہد کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو خود مجاہد بلکہ حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ سے روایت میں بہتر تھے، یہ ہر روز ایک ہزار آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ ایک ہی رکعت میں سورۃ بقرہ مکمل پڑھا کرتے تھے، جبریر کہتے ہیں ان کے پاس بیٹھنے والا

یوں محسوس کرتا جیسا کہ حضرت علیؓ کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو۔ ان کی عمر کافی طویل ہوئی ہے آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی اور حافظہ بھی متغیر ہوا لیکن ان کے بیٹے اور پوتے ان کے ہمراہ ہوتے تھے اور ان کی معاونت کرتے تھے، لہذا حافظہ ذہنیؒ فرماتے ہیں حافظہ کا تغیر تو تسلیم ہے لیکن روایات میں اختلاط کی نوبت نہیں آئی۔
۱۲۹ھ یا اس سے کچھ قبل انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۹۲، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵/۳۹۵، دار الحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۱۱۹، دار ابن کثیر۔

(6) الأعمش

الاسم	الأعمش
الشهرة	أبو محمد سليمان بن مهران الأسدي الكاهلي الكوفي الأعمش
المسكن	الكوفة، واسط، مكة
الرتبة	ثقة حافظ، عارف بالقرآن ورع لكنه يدلّس
الوفاة	١٤٧هـ او ٤٨١هـ

حالات

کوفہ کے مشہور محدث و امام ہیں، علی بن مدینی رحمہ اللہ نے جن چھ حضرات کو مدار الاسانید قرار دیا ہے ان میں سے ایک ہیں، خود فرماتے ہیں ابوصالح سے میں نے ایک ہزار احادیث لی ہیں یحییٰ بن سعید القطان فرمایا کرتے تھے کہ اعمش اسلام کی علامت ہیں، وکیع فرماتے کہ ستر سال تک ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی، فن قرأت میں بھی بڑے ماہر تھے، شعبہ جب ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ تو مصحف ہیں، عمرو بن علی کہتے ہیں کہ ان کو ان کے صدق کی وجہ سے مصحف کہا جاتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے لیکن ان سے براہ راست کوئی روایت نقل نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کا مکالمہ مشہور ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ مسئلہ آپ نے کہا سے بیان کیا تو جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے انہی کی سند سے متعدد روایات سنائیں کہ آپ نے ہمیں یہ روایت سنائی اور یہ روایت سنائی اور ان سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے حیران ہو کر کہنے لگے "یا معشر الفقہاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة۔"

البتہ جب یہ صغار سے روایات لیتے ہیں تو اس میں وہم کا شکار ہوتے ہیں لہذا ایسی روایات کو محدثین جانچ پڑھ کر قبول کرتے ہیں۔ ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء، ۶/۲۲۶، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۲۱۸، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۲۱۷،

(1) سفیان ثوری

الاسم	ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی
المشہورۃ	سفیان ثوری
المسکن	الکوفۃ
الرتبۃ	ثقة حافظ فقیہ عابد امام حجة
الوفاۃ	۱۶۱ھ

حالات

ان کے آباء میں ثور بن عبد مناف نامی شخص تھے اس وجہ سے ان کو ثوری کہتے ہیں، یہ بہت مشہور محدث ہیں، حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں شیخ الاسلام، امام الحفاظ، سید العلماء العالمین فی زمانہ، ابو عبد اللہ الثوری الکوفی المجتہد مصنف کتاب الجامع، یہ مجتہدین میں سب سے پہلے کتب لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، ان کے والد سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ بھی محدث تھے اور شعبی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں، ان کی توجہ کی بدولت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے طالب علم میں بہت محنت کی کہا جاتا ہے کہ چھ سو سے زائد ان کے مشائخ ہیں جن سے حدیث حاصل کی یہ خود بھی صغار تابعین میں سے ہیں، اور ان سے نقل کرنے والی تو ایک بڑی مخلوق ہے، ابن جوزی رحمہ اللہ نے ان کے شاگردوں کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے، لیکن علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے تسلیم نہیں کیا اور چودہ سو کے قریب تعداد ذکر کی ہے اور فرمایا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے بعد اور کسی کے شاگرد اتنی بڑی تعداد میں نہیں ہیں۔ ان کا حافظہ بھی مشہور ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جو بات بھی میں نے اپنے دل کے حوالے کی اس نے مجھ سے خیانت نہیں کی۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں میں نے گیارہ سو اساتذہ سے حدیث لکھی ہے لیکن سفیان ثوری رحمہ اللہ سے افضل کسی کو نہ پایا، ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں سفیان سے افضل کسی کوئی سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ شعبہ، ابن عیینہ، ابو عاصم، یحییٰ بن معین وغیرہ متعدد حضرات نے انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا ہے شعبہ کہا کرتے تھے سفیان مجھ سے زیادہ قوی حافظہ

والے ہیں، ابن مہدی کہتے ہیں وہیب ان کو حافظہ میں امام مالک رحمہ اللہ پر ترجیح دیتے تھے، ان کے مناقب بہت سے ہیں اور صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث ان کی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔ ۱۶۱ھ میں انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۲۳۰ مؤسسة الرسالة، شذرات الذهب ۲/۲۴۷، دار ابن کثیر۔

(2) عبدالرحمن اوزاعی

الاسم	ابو عمرو عبدالرحمن بن عمرو بن ابی عمرو الاوزاعی
الشهرة	عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی
المسکن	الشام، بیروت
الرتبة	الفقیه ثقه جلیل
الوفاة	۱۵۷ھ

حالات

یہ شام کے مشہور محدث اور فقیہ ہیں، یہ ایک فقہی مسلک کے بانی بھی ہیں جو ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہا پھر رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔ ان کا نسبی تعلق یمن کے قبیلہ ہمدان یا حمیر سے تھا، وہاں سے ان کا خاندان نقل مکانی کر کے شام پہنچا، اوزاع یمن کے اس قبیلہ کی شاخ ہے یا تو یہ خود اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے یا شام میں ان کے محلہ میں آباد ہوئے اس نسبت سے ان کو اوزاعی کہتے ہیں، والد کا بچپن یمن ہی انتقال ہو گیا تھا، والدہ ان کو مختلف شہروں میں لے کر پھرتی رہیں آخر میں بیروت میں قیام کیا، انہوں نے علم کے حصول میں بہت مشقتیں برداشت کیں، اور مختلف شہروں کا سفر کیا یہ امامہ پہنچے تو مشہور محدث یحییٰ بن ابی کثیر نے ان کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا تو ان کی نماز بہت پسند آئی اور تحیین کی تو اوزاعی رحمہ اللہ نے ان کے پاس قیام کر کے ان سے احادیث حاصل کرنا شروع کیں، اور اس عرصہ میں تیرہ یا چودہ کتابیں ان کی روایات پر مشتمل لکھیں، ایک مدت تک قیام کے بعد یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے انہیں بصرہ جا کر حسن بصری اور محمد بن سیرین سے علم حاصل کرنے کا مشورہ دیا، یہ جب بصرہ پہنچے تو حسن بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا اور محمد بن سیرین بیمار اور صاحب فراش تھے، ان مشقتوں کے ساتھ علم حاصل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ کہتے ہیں ۱۴۰ھ میں ہجری میں لوگ کہا کرتے تھے آج کے دن اوزاعی رحمہ اللہ امت کے بڑے عالم ہیں، امیہ بن یزید کہتے ہیں یہ مکحول سے بڑے عالم تھے اور انہوں نے علم، عبادت اور حق بات کہنا سب جمع تھا شام میں حدیث پر سب سے پہلے کتاب لکھنے والے شمار ہوتے ہیں، عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کے زمانے میں ائمہ چار تھے، بصرہ میں حماد بن زید رحمہ اللہ کوفہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ، حجاز میں امام مالک رحمہ اللہ اور شام میں

اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام اوزاعیؒ اس جلالت قدر کے ساتھ ارسال کے بھی قائل تھے اور خود بھی ارسال کیا کرتے تھے اسی بناء پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات نے ایک دفعہ ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیا، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ یہی لکھی کہ اہل شام کی مراہیل سے بکثرت احتجاج کرتے تھے، ۱۵۷ھ میں انتقال

ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۱۰۸ مؤسسة الرسالة، شذرات الذهب، ۲/۲۰۵۶ دار ابن کثیر۔

(3) ہشیم بن بشیر

الاسم	ابو معاویہ ہشیم بن بشیر بن ابی خازم قاسم بن دینار السلمی الواسطی
الشہرۃ	ہشیم بن بشیر
المسکن	واسط، بصرہ، بغداد
الرتبۃ	ثقة ثبت، کثیر التذلیس والارسال الخفی
الوفاۃ	۱۸۳ھ

حالات

یہ ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، حمید الطویل اور ابو صالح سمان وغیرہ حضرات کے شاگرد ہیں، اور محدثین کی ایک بڑی جماعت کے شیخ ہیں جن میں یحییٰ بن سعید القطان، حماد بن زید، عبد الرحمن بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک وغیرہ حضرات ہیں۔ زیادہ عرصہ بغداد میں رہے اور علوم حدیث کی خوب نشر و اشاعت کی، یعقوب دورقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہشیم رحمہ اللہ کے پاس بیس ہزار احادیث تھیں، صاحب تصانیف ہیں، بچپن میں ان کے والد ان کو طلب علم سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ طلب معاش میں ان کا ہاتھ بٹائیں، ایک بار ہشیم رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو قاضی شہر عیادت کے لیے آئے، ان کے والد کو معلوم ہوا تو کہنے لگے آئندہ کبھی طلب علم سے نہیں روکوں گا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ہشیم کی خدمت میں چار یا پانچ سال رہا ہوں لیکن ان کی حیصہ کی وجہ سے دوبار کے علاوہ میں نے کبھی کچھ نہیں پوچھا، اور وہ حدیث بیان کرنے کے دوران کثرت سے تسبیح کیا کرتے تھے اور بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کہتے تھے، ان کا حافظہ مشہور تھا، عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے اخذ تھے، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرو زمانہ نے بہت سے لوگوں کا حافظہ متغیر کر دیا لیکن ہشیم رحمہ اللہ کا حافظہ متغیر نہ کر سکا۔ ان کی تدلیس بھی معروف ہے، احمد بن عبد اللہ العجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہشیم رحمہ اللہ میں اور حفاظ میں شمار ہوتے ہیں لیکن تدلیس کیا کرتے تھے، ابن ابی دنیا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عون رحمہ اللہ سے سنا کہ ہشیم رحمہ اللہ نے وفات سے بیس سال قبل سے وفات تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی، حماد بن زید فرماتے ہیں: میں نے محدثین میں ان سے زیادہ عالی

رتبہ کسی کو نہیں دیکھا، ابو حاتم رحمہ اللہ سے ہشیم رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے ان جیسے آدمی کے صدق، امانت اور صلاح کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا ۸۳ھ میں انتقال ہوا (۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۲۳۰ مؤسسة الرسالة، شذرات الذهب ۲/۲۴۷، دار ابن کثیر۔

(4) مالک بن انس

الاسم	أبو عبد الله مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر الأصبحي القرشي التيمي المدني
الشهرة	مالک بن انس
المسكن	مدينة
الرتبة	الفقيه، إمام دار الهجرة، رأس المتقنين وكبير المثبتين
الوفاة	۱۷۹ھ

حالات

امام مالک رحمہ اللہ مشہور فقیہ اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں مشہور امام ہیں، ان کا وسیع علم فقہ، قوت حفظ، تثبت و اتقان، حیثیت و وقار، اخلاق حسنة، ہر چیز ہی اتنی معروف و مشہور ہے کہ بیان کی محتاج نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب علماء کا تذکرہ ہو تو مالک کو شمار کی مانند ہیں اور تابعین کے بعد مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں، ان کی کتاب موطاء حدیث کی ابتدائی اور مشہور واضح کتاب شمار ہوتی ہے یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کتاب اللہ کے بعد موطاء سے زیادہ اصح کتاب اور کوئی نہیں۔ یہ قول صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے کا ہے اور صحیح بخاری کو اگر اس پر فوقیت بھی ہو تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ ان کے بڑے اساتذہ میں نافع، عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج، ابن شہاب زہری وغیرہ حضرات ہیں۔ وہ جو مشہور حدیث ہے کہ لوگ سفر کریں گے لیکن انہیں مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کوئی نہیں ملے گا۔ اس پر سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ میں اس کا مصداق سعید بن المسیب کو سمجھتا تھا حالانکہ ان کے زمانے میں سالم بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار جیسے حضرات موجود تھے اور اب موجودہ دور میں، میں کہتا ہوں کہ وہ امام مالک ہیں کہ مدینہ میں ان کی مثل کوئی باقی نہیں رہا، دیگر حضرات نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔ امام

مالک رحمہ اللہ کے حالات معروف ہیں اس لئے اتنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ۷۹ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۴۹، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۵۷۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۳۵۰-۳۵۴، دار ابن کثیر۔

(5) محمد بن إسحاق بن یسار

الاسم	أبو بكر محمد بن إسحاق بن یسار بن خيار المطلبی القرشی المدني
الشهرة	ابن اسحاق صاحب السيرة
المسكن	المدينة، العراق
الرتبة	امام المغازی صدوق يدلّس وری بالتشيع والقدر
الوفاة	۱۵۰ھ او بعدها

حالات

ان کے دادا یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو غلافت میں عین التمر کے معرکہ میں قید ہو کر آئے، اور قیس بن خزیمہ بن عبد المطلب بن عبد مناف کے مولیٰ ہوئے، اس مولالہ کی وجہ سے ان کو مطلبی اور قرشی کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ میں حدیث مبارکہ میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے، یہ مغازی کے مشہور امام ہیں، ابن شہاب زہری انہیں مغازی میں اعلم الناس قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جب تک مدینہ میں ابن اسحاق موجود ہیں وہاں علم باقی رہے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص مغازی میں تخرچا ہوتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے، ابن اسحاق رحمہ اللہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں ایک جانب زہری اور شعبہ جیسے حضرات ہیں کہ شعبہ تو انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ دوسری جانب امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے حضرات ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ انہیں دجال من الدجاجلة کہتے ہیں، پھر ان پر تدلیس، تشیع اور قدری ہونے کا الزام بھی ہے اور بعض نے قدر وغیرہ الزامات کی نفی بھی کی ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے مفصل بحث کے بعد یہ نتیجہ قائم کیا ہے کہ ان کے صادق ہونے میں شبہ نہیں لہذا صدوق اور حسن الحدیث تو ضرور ہیں، مغازی میں ان کی روایت لے لی جائے اور احکام میں جب متفرد ہوں تو نہ لی جائے۔ ۱۵۰ھ یا اس کے کچھ بعد انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۳۳/۷ مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۱۳۲/۶ دارالحدیث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۲۳۵،

(6) ابن جریج

الاسم	أبو خالد عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج الأموي المكي
الشهرة	ابن جريج
المسكن	المكة، بغداد
الرتبة	ثقة فقيه فاضل وكان يدلّس ويرسل
الوفاة	١٥٠ هـ اوبعدها هـ

حالات

یہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے خاص الخاص شاگرد ہیں، خود فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سال ان کی خدمت میں رہا ہوں، فرماتے ہیں جب میں عطاء کے پاس علم حدیث حاصل کرنے گیا تو وہاں عبد اللہ بن عبید بن عمر سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے قرآن پڑھا ہے، میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے کہا جاؤ پہلے قرآن مجید پڑھ کر آؤ میں نے کچھ عرصہ میں قرآن مجید پڑھ لیا تو دوبارہ گیا تو ابن عمر پوچھنے لگے تم نے علم الفرائض حاصل کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو فرمایا پہلے علم الفرائض سیکھ لو میں علم الفرائض سیکھ کر حاضر ہوا تو کہا اب یہ علم سکھنا شروع کرو تو میں اٹھارہ سال عطاء کی خدمت میں رہا عطاء بن ابی رباح سے علم حاصل کرنے کے بعد یہ نو سال عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی رہے ہیں عمرو بن دینار فرمایا کرتے تھے ابن جریج عطاء سے روایت کرنے میں اثبت الناس ہیں، یہ مکہ میں سب سے پہلے علم الحدیث میں تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، خود کہا کرتے تھے کہ جیسا میں نے اس علم کو مدون کیا ہے کسی نے بھی نہیں کیا۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے علم حاصل کریں تو فرمایا اس نوجوان سے اگر یہ زندہ رہا، یعنی ابن جریج سے نیز فرمایا ابن جریج حجاز کے جوانوں کے سردار ہیں کئی بن سعید القطن فرماتے تھے کہ یہ نافع سے روایت میں امام مالک سے کم نہیں۔ ان پر بعض حضرات کی جرح بھی ہے امام مالک رحمہ اللہ انہیں حاطب لیل کہتے ہیں ان کی تدلیس بھی معروف ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن جریج رحمہ اللہ اجازہ اور مناولہ کے ذریعے روایت کے قائل تھے اور اس میں توسع سے کام لیتے تھے اس لئے زہری سے ان کی روایت میں مسئلہ پیش آیا کہ وہ بطور مناولہ تھیں اور وہاں تصحیفات وغیرہ کی دشواری پیش آجاتی ہے، نیز فرمایا کہ یہ فی نفسہ ثقہ راوی ہیں، البتہ

عن اور قال کے لفظ سے جب روایت کرتے ہیں تو تدلیس سے کام لیتے ہیں، تہجد گزار اور عابد آدمی تھے کم عمری میں علم حاصل کرنا شروع کیا تھا اور آخر عمر تک طلب علم میں مشغول رہے۔ ۵۰ھ یا اس کے بعد انتقال ہوا۔ کہتے ہیں ان کی ولادت اور وفات کا سال وہی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور وفات کا ہے۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۳۲۵/۶، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۴/۴۹۸، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۲۲۶، دار ابن کثیر.

(7) سفیان بن عیینہ

الاسم	أبو محمد سفیان بن عیینہ بن أبی عمران، میمون الہلالی الکوفی ثم المکی
الشہرۃ	سفیان بن عیینہ
المسکن	الکوفۃ، المکۃ
الرتبۃ	ثقة حافظ فقیہ امام حجة الا انہ تغیر حفظہ بأخرة وکان ربما دلس لكن عن ثقات
الوفاۃ	۱۹۸ھ

حالات

یہ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے پھر مکہ منتقل ہو گئے، نو عمری میں علم حاصل کرنا شروع کیا اور عمرو بن دینار جو مکہ کے مشہور محدث ہیں ان کی خدمت میں رہے، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمرو بن دینار کے شاگردوں میں اشعث سفیان بن عیینہ ہیں، اور بہت سے مشائخ سے علم حاصل کیا تھا اور ان کی عمر بہت لمبی ہوئی تو ایک زمانہ ایسا آگیا کہ ان کی سند بہت عالی ہو گئی اور مرجع خلافت بن گئے، عمر میں اس برکت کو محدثین کی دعاء کا نتیجہ بتلاتے تھے، علی بن مدینیؒ کہتے ہیں مجھے یحییٰ بن سعید القطان کہنے لگے میرے اساتذہ میں سے اب کوئی باقی نہیں رہا سوائے سفیان بن عیینہ کے اور وہ تو چالیس سال سے حدیث کے امام چلے آتے ہیں، احکام کی روایات کے زبردست عالم تھے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں احکام کے اصول پانچ سوا حدیث ہیں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تیس روایات کے علاوہ یہ سب روایات تھیں اور ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس چھ روایات کے سوا یہ سب روایات تھیں اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے لوگوں کو نہیں پایا جن سے سفیان بن عیینہ کی ملاقات ہوئی ہے، علی بن مدینیؒ کہتے ہیں زحریؒ کے تلامذہ میں ان سے زیادہ متقن کوئی نہ تھا، عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں ابن عیینہؒ کے پاس جو قرآن مجید اور احادیث کی تفسیر کی معرفت تھی وہ سفیان ثوریؒ کے پاس بھی تھی، امام احمد بن حنبلؒ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ یہ سفیان ثوریؒ سے زیادہ احادیث جانتے تھے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جاتا رہتا، بڑے زاہد تھے، حرمۃ بن یحییٰ کو جو کی روٹی دکھائی فرمایا ساٹھ سال سے میری غذا ہے۔ ۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۴۵۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۱۲۶، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۴۶۶، دار ابن کثیر۔

(8) سعید بن ابی عروبہ

الاسم	أبو النضر سعيد بن أبي عروبة مهران الشكري البصري
الشهرة	سعید بن ابی عروبہ
المسكن	الواسط، البصرة، الكوفة
الرتبة	ثقة حافظ له تصانيف كثير التدليس واختلط
الوفاة	۱۵۶ھ او ۵۷۱ھ

حالات

یہ حدیث میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اول من صنف فی الحدیث سعید بن ابی عروبہ وریع بن صبیح، دیگر بعض نے حماد بن سلمہ کو بھی ان کے ساتھ ذکر کیا ہے، حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے لیکن جب بوڑھے ہو گئے تھے تو حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ ورنہ اختلاط سے قبل ان کا حافظہ مشہور تھا ابو عوانہ کہتے ہیں ہمارے زمانہ میں سعید بن ابی عروبہ سے احفظ کوئی نہ تھا، خوش مزاج آدمی تھے مزاح کیا کرتے تھے، ایوب کہا کرتے تھے جو سعید بن ابی عروبہ کے حجرہ میں داخل نہیں ہوا وہ فقیہ نہ ہو سکا۔ قتادہؒ کے بڑے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں یحییٰ بن معین انہیں قتادہ کے تلامذہ میں سے اثبت قرار دیتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں قتادہ اور سعید دونوں قدری تھے لیکن اسے چھپاتے تھے، حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں شاید اپنے شیخ کی طرح توبہ کر لی تھی۔ ۱۵۶ھ یا ۱۵۷ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۴۱۳ مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۸۰، دار الحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۲۵۴ دار دار ابن کثیر.

(9) حماد بن سلمة

الاسم	أبو سلمة حماد بن سلمة بن دينار البصري
الشهرة	حماد بن سلمة البصري
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة عابد أثبت الناس في ثابت وتغير حفظه بأخرة
الوفاة	١٦٧ھ

حالات

یہ حضرت ثابت بنانیؒ کے نیز حمید الطویل کے بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں: "أعلم الناس بثبات البناني حماد بن سلمة وهو أثبتهم في حميد الطويل" اسی طرح علی بن مدینیؒ اور یحییٰ بن معین وغیرہ حضرات بھی انہیں ثابت کی روایات میں اعلم الناس قرار دیتے ہیں، حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے اور چونکہ بہت کثرت سے روایت کرتے تھے لہذا بعض مقامات پر وہم کا بھی شکار ہوئے ہیں لیکن ان شاء اللہ صدق اور حجت ہیں گو اتفاقاً ان میں حماد بن زید جیسے نہیں ہیں۔ حدیث مبارکہ میں بصرة میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، حدیث میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ عریث کے بھی بڑے امام تھے نیز بڑے فقیہ تھے، بہت عبادت گزار بھی تھے، ان کے اکثر اوقات عبادت، تلاوت قرآن اور ذکر اذکار میں گذرتے تھے، عبد الرحمن بن مہدی کہا کرتے تھے کہ اگر حماد بن سلمہ کو کہا جائے کہ کل تمہارا انتقال ہو جائے گا تو بھی ان کی عبادت میں کوئی اضافہ نہ ہوگا یعنی پہلے ہی اتنی عبادت کرتے ہیں کہ کوئی وقت خالی نہیں، شہاب بن معمرؒ بھی کہتے ہیں انہیں ابدال شمار کیا جاتا تھا۔ موسیٰ بن اسماعیل تبوزکی کہتے ہیں اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا تو سچ کہوں گا کیوں کہ وہ یا تو حدیث بیان کرتے تھے یا قرآن مجید کی تلاوت یا تسبیح کرتے یا نماز میں مشغول رہتے ان کا سارا دن انہی امور میں تقسیم تھا امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں حماد بن سلمہ ہمارے ہاں ثقات میں سے ہیں اور اس بارے میں ہماری بصیرت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا ہے، نیز فرماتے تھے جب کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ حماد بن

سلمہ پر انگلی اٹھا رہا ہے، اس کے اسلام کو متہم سمجھو کیونکہ وہ غالی قسم کا مبتدع ہو گا۔ ان کا انتقال بھی مسجد میں حالت نماز میں ۱۶۷ھ میں ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴۴۴/۷ مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۲/۲۶، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۲۹۶، دار ابن کثیر.

(10) أبو عوانة

الاسم	أبو عوانة وضاح بن عبد الله الشكري البصري
الشهرة	أبو عوانة وضاح بن عبد الله
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٧٥ھ او ١٧٦ھ

حالات

یہ یزید بن عطاء لشکری کے مولیٰ تھے جرجان کے قیدیوں میں سے تھے ان کے آقا نے انہیں اختیار دیا تھا کہ چاہے تو یہ آزاد ہو جائیں اور یا غلامی میں رہ کر حدیث لکھتے رہیں، انہوں نے کتابت حدیث کو آزادی پر ترجیح دی، پھر بعد میں یزید نے ان کو آزاد بھی کر دیا، اور آزادی کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے ان کے پاس ایک سال آیا اور کہنے لگا آپ مجھے دو درہم دے دو تو میں آپ کو بہت نفع پہنچاؤں گا انہوں نے دے دیئے تو وہ روماء بصرہ میں سے ایک ایک کے پاس جا کر کہتا پھر کہ یزید بن عطاء کو جا کر مبارک باد دو کہ انہوں نے ابو عوانہ کو آزاد کر دیا، تو وہ سب روماء جمع ہو کر یزید کے پاس پہنچے اور ان کو مبارکباد دینے لگے تو یزید نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ یہ کہیں کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو حقیقت میں آزاد کر دیا۔ انہوں نے حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ مبارکباد بحسن کی زیارت کی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جب یہ کتاب سے حدیث بیان کریں تو درست بیان کرتے ہیں اور زبانی بیان کرنے میں کبھی وہم کا شکار ہوتے ہیں۔ اور یہ بات دیگر ائمہ نے بھی فرمائی ہے کہ جب یہ کتاب سے نقل کریں تو ان کا نقل کرنا شعبہ، شیم وغیرہ حضرات کے زبانی نقل کرنے سے بہتر ہوتا ہے لیکن زبانی نقل کرنے میں غلطی کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ تو مشاہیر میں سے ایک ہیں؛ ائمہ نے ان پر اعتماد کیا ہے، اور جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ یعقوب بن شیبہؒ فرماتے ہیں: ثبت صالح الحفظ صحیح الكتاب، ١٧٥ یا ١٧٦ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۲۱۷، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۷/۴۶۳، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۳۴۴،

(11) شعبۂ بن الحجاج

الاسم	أبو بسطام شعبۂ بن الحجاج بن الورد الواسطي ثم البصري
الشهرة	شعبۂ بن الحجاج
المسکن	الواسط، البصرة
الرتبة	ثقة حافظ متقن وكان عابدا
الوفاة	۱۶۰ھ

حالات

یہ بصرہ کے مشہور محدث ہیں، حاکم نیشاپوریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں یہ معسرت حدیث میں بصرہ میں امام الانعمہ تھے حضرت انس بن مالک اور عمرو بن سلمہ الحبسیؒ کی زیارت کی ہے اور تابعین میں سے چارو مشائخ سے حدیث لی ہے۔ چھوٹی عمر میں بصرہ آگئے تھے اور پھر وہیں زندگی گزاری ابتداء میں لغت اور شعر میں دلچسپی رکھتے تھے اور شعر میں بڑی مہارت پیدا کی تھی یہاں تک کہ اصمعی فرماتے ہیں میں نے شعبہ سے زیادہ شعر جاننے والا نہیں دیکھا پھر ایک دفعہ حکم بن عتیبہ کے پاس سے گزرے اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے تو ان کو حدیث کے حصول کا شوق پیدا ہو گیا، اور پھر علوم الحدیث میں وہ مہارت حاصل کی کہ سفیان ثوریؒ انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کو کوئی نہ جانتا ذہبی کہتے ہیں ان کے زمانے میں حدیث کے معاملے میں ان سے بڑھا ہوا کوئی نہیں تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں شعبہ، اعمش سے اثبت اور سفیان ثوری سے حدیث میں بہتر ہیں انہوں نے تیس ایسے کوئی حضرات سے روایت کی ہے جن سے سفیان کی ملاقات نہ ہو سکی پھر فرمایا شعبہ تو حدیث کے معاملے میں اکیلے ہی ایک امت تھے، رواۃ پرجرح وتعدیل کی ابتداء بھی انہوں نے کی پھر ان سے یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن مہدی وغیرہ متعدد حضرات نے یقین لیا اور پھر امت میں شائع ہو گیا،

تدلیس کو انتہائی مذموم خیال کرتے تھے، کسی راوی میں معمولی سی بات تھی دیکھتے تو اس سے روایت نہ لیتے اس لیے ان کی ہر جرح قبول نہیں کی گئی، اس احتیاط کے باوجود اتنی کثرت سے روایات ان سے منقول ہیں کہ ابوداؤد طیالسیؒ کہتے ہیں میں نے ان سے سات ہزار روایات لی ہیں اور غندر نے بھی ان سے سات ہزار روایات لی ہیں، فقراء کی بہت خبر گیری کرتے تھے زہد و عبادت میں بھی بہت مشہور ہیں۔ ۱۶۰ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۷/۲۰۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۳۲۰، دار الحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۲۶۹، دار ابن کثیر۔

(12) معمر بن راشد

الاسم	أبو عروة معمر بن راشد الأزدي البصري نزيل اليمن
الشهرة	معمر بن راشد
المسكن	البصرة، اليمن
الرتبة	ثقة ثبت فاضل
الوفاة	١٥٤ھ

حالات

یہ صحیفہ حمام بن منبہ کے راوی ہیں، امام زہری کے بھی بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، ان کی خدمت میں ایک زمانے تک رہے ہیں نیز قناتہ، عمرو بن دینار، ابواسحاق السبکی وغیرہ متعدد حضرات سے نقل کرتے ہیں، علی بن مدینی رحمہ اللہ نے مدار الاسانید حضرات کے دوسرے طبقے میں ان کو شمار کیا ہے، اور یمن میں سب سے پہلے حدیث کی تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے لیکن تحصیل علم کے لئے بہت سفر کیا کرتے تھے، جب بڑے محدث ہو گئے تو ایک بار یمن کا سفر کیا، اہل یمن نے ان کے علم و فضل کو دیکھا تو باہم مشورہ کیا کہ ان کو یہاں ٹھہرانے کی تدبیر کرنی چاہیے تو انہوں نے ان کی وہاں شادی کروادی اور یہ وہاں مقیم ہو گئے اور بیس سال یمن کے شہر صنعاء میں رہے، اہل یمن پر ان کے علم کے گہرے نقوش مرتب ہوئے، سفیان ثوری رحمہ اللہ ان کے پاس سفر کر کے علم حاصل کرنے گئے اور ان کے بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، ایک بار سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے زہری رحمہ اللہ سے احادیث کیوں نہیں لیں تو فرمایا سفر کے لئے زاد راہ نہ تھا اور ہمیں معمر کافی ہو گئے تھے، ان کی عمر زیادہ ہوئی لہذا بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث حاصل کی، مشتبہ مال سے بہت احتیاط کرتے تھے، ان کی علوم الحدیث میں مہارت اور علمی رسوخ پر ائمہ کے بہت سے اقوال ہیں۔ ۱۵۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۷، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۱۳۵/۷، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۲۴۴،

تیسرا طبقہ:

(1) یحییٰ بن آدم

الاسم	أبوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الکوفی الأموی القرشی
الشہرۃ	یحییٰ بن آدم
المسکن	الکوفۃ
الرتبۃ	ثقة حافظ فاضل
الوفاۃ	۲۰۳ھ

حالات

یہ خالد بن عقبہ بن ابی معیط کے موالیٰ میں سے ہیں، والد صاحب کا ان کی پیدائش سے قبل ہی انتقال ہو گیا تھا، یہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے، ابواسامہ کہتے ہیں ان کو دیکھ کر شعبی یاد آتے تھے، امام ابوداؤد سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ یحییٰ تو اپنی مثال آپ تھے۔ ابواسامہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں فقہ کے اعتبار سے لوگوں کے بڑے تھے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اور ان کے بعد شعبی اپنے زمانہ میں اور ان کے بعد سفیان ثوری اور ثوری کے بعد یحییٰ بن آدم بڑے فقیہ ہیں۔ اس قول پر حافظ ذہبیؒ کو جوش آیا اور ہر دور کے ائمہ علم و اجتہاد کی فہرست شمار کروائی ہے۔

علی بن مدینیؒ نے مدار الاسانید حضرات کے تیسرے طبقہ میں ان کو شمار کیا ہے۔ ان کی تصانیف بھی ہیں جن میں کتاب الخراج مشہور ہے، طبع شدہ ملتی ہے۔ ۲۰۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵۹۹/۲، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵۱۵/۷، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱۸/۳،

(2) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدة

الاسم	أبو سعيد يحيى بن زكريا بن أبي زائدة الهمداني الوداعي الكوفي
الشهرة	يحيى بن زكريا بن أبي زائدة
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة متقن
الوفاة	۱۸۳ هـ او ۸۴۱ هـ

حالات

ان کے دادا کا نام سمون بن فیروز ہے جو ایک وادعیہ خاتون کے مولیٰ تھے اس بناء پر ان کی نسبت وادعی ہے، ان کے والد زکریا بن ابی زائده بھی محدث تھے اور کوفہ کے قاضی بھی تھے یحییٰ نے اپنے والد نیز ہشام بن عروہ، اعمش، عبید اللہ بن عمرو وغیرہ حضرات سے روایت لی ہے، امام ابو حنیفہؒ سے علم فقہ حاصل کیا اور کوفہ کے بڑے فقیہ شمار ہوئے۔ علی ابن مدینی فرماتے ہیں شعبی کے زمانہ میں ان پر علم کی انتہاء ہو گئی پھر ان کے بعد سفیان ثوری کے زمانہ میں ان پر اور پھر یحییٰ بن ابی زائده کے زمانہ میں ان پر علم کی انتہاء ہو گئی، ایک بار فرمایا سفیان ثوری کے بعد کوفہ میں ابن ابی زائده سے اثبت کوئی نہ تھا، محمد بن عبد اللہ بن نمیر کہتے ہیں ابن ابی زائده، اتقان میں امام شافعیؒ سے زیادہ تھے، یہ مدائن کے قاضی بھی رہے ہیں اور علم حدیث و فقہ کے بہترین جامع تھے، علی بن مدینیؒ نے مدار الاسانید میں ان کو شمار کیا ہے، ابن ابی حاتم کہتے ہیں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کوفہ میں کتب تصانیف کیں۔ احمد فرماتے ہیں وکیع نے ان کی کتب کی بنیاد پر اپنی کتابیں لکھی ہیں۔ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ فرمایا کرتے تھے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائده تو حدیث میں معطر ذہن کی طرح ہیں یعنی بہت قابل قدر ہیں۔ ۱۸۳ یا ۱۸۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۳۷، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۷/۵۴۱، دار الحدیث القاہرہ، شذرات الذہب ۲/۳۶۶،

(3) یحییٰ بن سعید القطان

الاسم	أبو سعيد يحيى بن سعيد بن فروخ البصري التميمي
الشهرة	يحيى بن سعيد القطان
المسكن	بصرة
الرتبة	ثقة متقن حافظ امام قدوة
الوفاة	۱۹۸ھ

حالات

حافظ ذہبی ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں، علم الحدیث میں بلاشبہ بڑے پائے کے امام اور علل اور رجال کے بڑے ماہر بلکہ ان فنون کی ابتداء کرنے والوں میں سے تھے۔ شعبہ کی خدمت میں بیس سال رہے ہیں، عبدالرحمن بن مہدی جو ان کے معاصر تھے انہوں نے ان سے دو ہزار احادیث اپنی تصانیف میں ذکر کی ہیں، امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید القطان کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا، یحییٰ بن معین کہتے ہیں مجھے ابن مہدیؒ نے کہا آپ اپنی ان آنکھوں سے یحییٰ القطان جیسا کوئی شخص نہ دیکھ پاؤ گے۔

علی بن مدینیؒ کہتے ہیں میں نے رجال کی معرفت میں ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا، ہندار کہتے ہیں یہ اپنے زمانہ والوں کے امام تھے نیز فرمایا کہ میں بیس سال ان کی خدمت میں جاتا رہا میرا خیال کہ انہوں نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی۔ اور ان کو دنیا کی کسی شئی میں رغبت نہ تھی، ان کی مدرج میں علماء کے اقوال بہت ہیں ان کے پوتے احمد بن محمد بن یحییٰ القطان فرماتے ہیں میرے دادا نہ مزاح کرتے تھے نہ ہی مسکرانے کے علاوہ ہنستے تھے اور نہ اجتماعی حمام میں جایا کرتے تھے اور نہ سرمہ تیل کا بہت اہتمام کرتے تھے، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید بیس سال سے ہر رات قرآن مجید ختم کرتے ہیں، علی بن مدینیؒ کہتے ہیں ہم یحییٰ کے پاس تھے تو ایک شخص نے سورہ دخان کی تلاوت کی تو یحییٰ پر غشی طاری ہو گئی۔ امام نسائی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو حدیث مبارکہ کی حفاظت کے لئے پیدا کیا وہ مالک، شعبہ اور یحییٰ

القطان ہیں، محمد بن بندار کہتے ہیں میں نے علی بن مدینیؒ سے پوچھا وہ کون ہے جس سے اسلام کو سب سے زیادہ نفع پہنچا تو فرمایا یحییٰ القطان، امام احمد فرماتے ہیں الیہ المنتہی فی الثبت۔ ۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۷۵/۹، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵۴۸/۷، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۴۶۸/۲، دار ابن کثیر۔

(4) عبدالرحمن بن مہدی

الاسم	أبو سعيد عبدالرحمن بن مهدي بن حسان البصري الأزدي
الشهرة	عبدالرحمن بن مہدی
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة ثبت حافظ عارف بالرجال والحديث
الوفاة	۱۹۸ھ

حالات

یہ یحییٰ بن سعید القطان کے معاصر ہیں اور علم و فضل میں ان کی نظیر ہیں، دونوں کا انتقال بھی ایک سال میں ہوا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں علوم الحدیث میں ان کی نظیر نہ تھی، انہوں نے بہت کم عمری سے علم الحدیث حاصل کرنا شروع کیا اور بڑے امام بن گئے، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ یحییٰ القطان سے زیادہ فقیہ تھے نیز فرمایا اگر وکیع اور ان کا اختلاف ہو تو یہ اثبت میں کیونکہ ان کا زمانہ کتاب اللہ سے زیادہ قریب کا ہے، علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں یہ اعلم الناس بالحدیث ہیں۔ محمد بن ابوبکر المقدمی کہتے ہیں میں نے ان سے مستقن کوئی شخص نہیں دیکھا یہ ثبت اور امام تھے نیز یحییٰ بن سعید سے اثبت اور وکیع سے اتقن تھے، ابوحاتم رازی فرماتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ سے یحییٰ بن سعید اور ابن مہدی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ابن مہدی ان دونوں میں زیادہ احادیث کے حامل تھے، علی بن مدینیؒ کہتے تھے کہ اگر مجھے رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر قسم کھانے کی نوبت آئے تو میں یہ قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے عبدالرحمن بن مہدی سے زیادہ حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ علی بن مدینیؒ نے مدار الاسانید میں ان کو شمار کیا ہے۔ ان کی شان میں بھی علماء کے اقوال بہت ہیں، عبادت گزار بھی بہت تھے ہر رات نصف قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، جہاں نماز پڑھتے تھے کثرت سجدہ کی وجہ سے زمین پر نشان پڑ گیا تھا۔ ۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۳۳۷/۸، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵۴۱/۷، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۴۶۷/۲،

(5) عبد اللہ بن مبارک

الاسم	أبو عبد الرحمن عبد الله بن مبارك بن واضح الحنظلي المروزي
الشهرة	عبد الله بن مبارك
المسكن	مرومين، بصره
الرتبة	ثقة ثبت فقيه عالم جواد مجاهد جمعت فيه خصال الخير
الوفاة	۱۸۱ھ

حالات

حافظ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: شیخ الاسلام عالم زمانہ و أمیر الأتقیاء فی وقته. ان کی خوبیاں اس قدر زیادہ ہیں اور ہر نیک عمل میں ان کا پایہ ایسا بلند ہے کہ اس کی نظیر نہیں، انہوں نے اپنی زندگی طلب علم اور جہاد میں گزاری اور تجارت بھی کیا کرتے تھے اور اس سے جو مال حاصل ہوتا وہ اہل ضرورت پر بے دریغ خرچ کرتے حج کے لئے جاتے تو ایک خلقت ان کے ساتھ ہوتی جن کا خرچ ان کے ذمہ ہوتا، صاحب تصانیف بھی ہیں اور خراسان میں سب سے پہلے حدیث میں تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، مروجہ اس دور میں خراسان کا دار الخلافہ تھا اس کے رہنے والے تھے، ان کے مشائخ و تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، حافظ ذہبی چند معروف حضرات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وأُممٌ يتعذر إحصاؤهم ويشق إستقصاؤهم نیز فرماتے ہیں ان کی حدیث کے حجت ہونے پر اجماع ہے، نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ یہ بکثرت گھر میں تنہا رہتے تھے کسی نے پوچھا آپ کو اس تنہائی سے وحشت نہیں ہوتی تو فرمایا مجھے وحشت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ ہوں۔ (یعنی خلوت میں بھی احادیث کا اعادہ و مطالعہ فرمایا کرتے تھے اسے آپ ﷺ اور آپ کے صحابی کمنشیٰ سے تعبیر فرمایا) عباس بن مصعب کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک ”حدیث، فقہ عربیت، تاریخ، شجاعت، سخاوت، تجارت اور حسن سلوک سب خوبیوں کے جامع تھے، ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید رقعہ آئے تو لوگوں نے ابن المبارک سے علم حاصل کرنے کے لئے ایسا ہجوم کیا کہ از دحام کی وجہ سے لوگوں کے جوتے ٹوٹ گئے اور فضاء میں گرد و غبار چھا گیا ہارون الرشید کی ام ولد محل کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی کہنے لگی اصل سلطنت تو یہ ہے نہ کہ ہارون الرشید کی کہ وہ

تو چند لوگ جمع کرنے کے لئے بھی پولیس اور اعوان و انصار کا محتاج ہے۔ علی بن مدینیؒ نے ان حضرات میں
شمار کیا ہے جو مدارالاسانید میں۔ ۱۸۱ھ میں انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۷۸، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۴/۱۴۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۳۶۱،

(6) وکیع بن جراح

الاسم	أبوسفيان وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی
الشهرة	وکیع بن الجراح
المسکن	کوفہ
الرتبة	ثقة حافظ عابد
الوفاة	۱۹۶ھ او ۹۷۱ھ

حالات

یہ کوفہ کے مشہور محدث ہیں، ان کے والد کوفہ کے بیت المال کے نگران تھے اور بہت بارعب آدمی تھے وکیع علم کے سمندروں اور ائمہ حفاظ میں سے ایک تھے، سفیان ثوری کے خاص شاگرد ہیں نیز اعمش سے کافی استفادہ کیا ہے، خود فرماتے ہیں سفیان ثوری کی مجلس میں میں نے کبھی روایت نہیں لکھی بلکہ زبانی یاد کر لیا کرتا تھا اور جب گھر واپس آتا تو لکھ لیتا تھا، یحییٰ بن یمان کہتے ہیں سفیان ثوری نے میرے سامنے یہ بات کہی کہ اس روای کی ایک دن بڑی شان ہونے والی ہے پھر جب سفیان کا انتقال ہوا تو وکیع ان کے جانشین ہوئے اور ان کی جگہ بیٹھے، امام ابوحنیفہؒ کے بھی بڑے شاگرد ہیں اور انہیں کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں۔

وکیع امام اعمش کی خدمت میں جب پہلی بار گئے تو ان کو معلوم ہوا کہ یہ تو بیت المال کے نگران کے صاحبزادے ہیں تو کہا پہلے میرا وظیفہ اپنے والد صاحب سے وصول کر کے لاؤ پھر روایات سناؤں گا، انہوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد کئی سال اعمش کی خدمت میں جاتے رہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں میں نے وکیع سے زیادہ علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا، ایک بار فرمانے لگے وکیع تو حافظ ہیں میں نے ان کے مثل کوئی نہیں دیکھا، حافظ ذہبیؒ اس پر لکھتے ہیں امام احمد وکیع کی بہت زیادہ تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا میں نے کبھی بھی علم، حفظ اسناد، ابواب، خثوع اور ورع میں وکیع جیسا کوئی نہیں دیکھا، حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں دیکھو امام احمدؒ کا یہ فرمانا رجال میں ان کے بہت محتاط کلام اور ورع کے باوجود ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے علماء

کبار جیسے شہیم، ابن عیینہ، یحییٰ القطان اور امام ابو یوسف جیسے حضرات کی زیارت کی تھی۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں میں نے ان سے قوی حافظہ والا کوئی شخص نہیں دیکھا، جریر کہتے ہیں میرے پاس عبد اللہ بن مبارک آئے تو میں نے ان سے پوچھا آج کے دن کو فکا بڑا عالم کون ہے؟ پہلے انہوں نے سکوت کیا پھر فرمانے لگے دنوں شہروں کے بڑے عالم و کیع ہیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کو ایک قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔
۱۹۶ھ یا ۱۹۷ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۹/۱۴۰، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۷/۴۶۹، دار الحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۴۵۸،
دار ابن کثیر.

مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ:

(1) سعید بن المسیب

الاسم	أبو محمد سعيد بن المسيب بن حزن القرشي المخزومي المدني
الشهرة	سعيد بن المسيب
المسكن	المدينة
الرتبة	أحد العلماء الاثبات الفقهاء الكبار
الوفاة	بعد ۹۰ ھ

حالات

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے اور ان کی نیز دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے خوب واقف تھے، علی بن مدینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تابعین میں ان سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں دیکھا اور وہ میرے نزدیک تابعین میں سے مقام کے اعتبار سے سب سے بڑے ہیں ابن حبّان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مؤذن نے اذان دی ہو اور میں مسجد میں موجود نہ ہوں چالیس حج کئے، حق گوئی کی وجہ سے حکمرانوں کے ہاتھوں تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں۔ ان کو عالم العلماء اور فقیہ الفقہاء کہا جاتا تھا ان کی مراسیل بھی بالاتفاق قبول کی جاتی ہیں۔ ۹۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۲۱۷، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۹۸ دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۱/۳۷۰ دار ابن کثیر۔

(2) ابن سیرین

الاسم	أبو بكر محمد بن سيرين الأنصاري البصري
الشهرة	محمد بن سيرين
المسكن	بصرة، بغداد
الرتبة	ثقة ثبت عابد كبير القدر
الوفاة	۱۲۰ھ

حالات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے جب ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کے والد سیرین حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں مکاتب بنادیا تھا، مقررہ وقت سے پہلے ہی مال مکاتب اداء کر کے آزاد ہوئے۔ علم و فضل میں اپنی مثل آپ تھے عمرو بن دینار ایک بار کہنے لگے کہ واللہ میں نے طاووس کی مثل کسی کو نہیں دیکھا تو ایوب سختیانی بھی وہاں موجود تھے یہ بات سن کر فرمانے لگے اللہ کی قسم اگر تم نے محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہوتا تو یہ نہ کہتے۔ علم الحدیث کے علاوہ تعبیر الروایا کے بہت بڑے ماہر تھے، اس بارے میں ان کے قصے بہت عجیب ہیں ان کے زمانے میں اور لوگ جیسا کہ سعید بن المسیب وغیرہ بھی تعبیر رویا کے ماہر تھے لیکن اس فن میں ان کے درجہ کو کوئی نہیں پہنچا، نیز علم تفسیر، حساب و فرائض اور علم قضاء میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ بہت خوش مزاج اور بردبار تھے، ان کا علم مشہور تھا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے، حدیث بیان کرنے میں روایت بالمعنی سے اجتناب کرتے۔ تاجر بھی تھے ایک بار معمولی سا شبہ ہوا تو 40 ہزار درہم کا جو نفع حاصل ہوا تھا سب صدقہ کر دیا۔ ۱۲۰ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۴، ۶۰، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۲۸۴، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۴/۵۸،

(3) عبد الرحمن بن هرمز الأعرج

الاسم	أبو داؤد عبد الرحمن بن هرمز الأعرج المدني
الشهرة	الأعرج
المسكن	المدينة، الاسكندرية
الوظيفة	الكاتب، يكتب المصاحف
مولی	ربيعه بن الحارث بن عبد المطلب
الرتبة	ثقة ثبت عالم
الوفاة	۱۱۷ھ

حالات

یہ نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کے مولیٰ ہیں ان کی چال میں کچھ نلگڑاہٹ تھی اس لئے اعرج کہتے ہیں۔

فن قرأت میں بھی شہرت رکھتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے احادیث کے علاوہ قرأت کافن بھی باقاعدہ زبانی سنا کر حاصل کیا تھا، مدینہ منورہ کے مشہور قاری نافع بن عبد الرحمن جو قرآن سبعہ میں شامل ہیں انہوں نے قرأت کافن انہی سے حاصل کیا ہے، اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھا کرتے تھے، انساب قریش اور علوم عربیت کے بھی بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ علوم عربیہ انہوں نے ابو الاسود دؤلی سے حاصل کئے اور اس کے قواعد کو مدون کیا۔

آخری عمر میں مصر کا سفر کیا اور کچھ سال وہاں مقیم رہے اسی دوران اسکندریہ میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۶۹، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۴/۴۰۲، دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۸۰،

(4) سعید بن ابی سعید المقبری

الاسم	أبو سعد سعيد بن أبي سعيد كيسان المقبري، المدني، الليثي مولا هم
الشهرة	سعید بن ابی سعید المقبری
المسكن	المدينة
مولی	بنی جندع من بی لیث بن بکر عبد مناف
الرتبة	ثقة إختلط قبل موته بأربع سنين وروايته عن عائشة أم سلمة مرسله.
الوفاة	١٢٠ هـ

حالات

یہ جنت البقیع قبرستان میں رہتے تھے یا اس کے پاس ان کا گھر تھا اس لئے انہیں مقبری کہتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ، ام سلمہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ متعدد صحابہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان سے نقل کرنے والوں میں لیث بن سعد اور ابن ابی ذئب اثبت ہیں۔ وفات سے چار سال قبل اختلاط کا شکار ہوئے لیکن امام ذہبی رحمہ اللہ کے بقول اس دور میں ان سے کسی نے روایت نہیں لی، لہذا ان سے مروی روایات بلا تردد قبول کی جاتی ہیں۔ ۱۲۰ھ کے قریب انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۱۶، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۹۰ دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۱۰۲، دار ابن کثیر۔

(5) أبوصالح ذكوان السمان المدني

الاسم	ذكوان
الكنية	أبوصالح
اللقب	السمان، الزيات
النسبة	المدني
المسكن	مدينة، كوفة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۱۰۱ھ

حالات

یہ جویریہ بنت اُحس نامی خاتون کے مولیٰ تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے، ان کے عمدہ اوصاف کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر یہ بنی عبد مناف میں سے ہوتے تو بھی کچھ بعید نہ تھا۔ مدینہ منورہ سے گئی اور تیل وغیرہ لے جا کر کوفہ فروخت کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے ان کا لقب سمان اور زیات ہے، اس تجارت کی وجہ سے کوفہ میں بھی ٹھہرنے کی ضرورت پیش آتی تھی تو اہل کوفہ آپ سے احادیث حاصل کرتے تھے امام اعظم جو ان سے سب سے زیادہ روایات نقل کرتے ہیں انہوں نے غالباً اسی اقامت کے دوران ان سے روایات لی ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے ابوصالح رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار سے زیادہ روایات لی ہیں۔ ابوصالح کے تین بیٹے بھی محدث ہیں ان میں سے سہیل بن ابی صالح رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور ہیں اپنے والد کی احادیث کی اشاعت میں امام اعظم کے ساتھ ساتھ ان کا بھی بڑا کردار ہے۔ ابوصالح بہت رقیق القلب تھے ایک مسجد میں اذان دیا کرتے تھے، ایک بار امام کے آنے میں تاخیر ہوئی تو لوگوں نے ان کو امام بنایا تو گریہ کی شدت سے ان کے لئے نماز پڑھانا مشکل ہو گیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں "ثقة من أجل الناس وأوثقهم" تقریباً ۱۰۱ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۶، مؤسسة الرسالة، تحذیب التهذیب ۲/۴۶۰، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۵/۳۰۱،

(6) أبورافع

الاسم	أبورافع نفع بن رافع المدني ثم البصري
الشهرة	أبورافع مولى آل عمر
المسكن	المدينة، البصرة
الوظيفة	الصائع
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	في حدود ٩٠ هـ

حالات

یہ ائمہ تابعین میں سے ہیں، انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حیات میں غلام تھے آپ ﷺ سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ ان کے آقا کی تعین میں کوئی حتمی بات معلوم نہیں۔

بہر حال جب آزاد ہوئے تو رونے لگے کہ پہلے مجھے دواجر ملتے تھے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور ایک مولیٰ کی خدمت کا اب ایک ملا کرے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ خلفاء اربعہ اور زید بن ثابتؓ وغیرہ اور متعدد صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۱۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۸/۲۰۸، دارالحدیث القاہرہ۔

(7) أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

الاسم	أبو سلمة عبد الله بن عبد الرحمن بن عوف المدني، الزهري، القرشي
المسكن	مدينه
الوظيفة	قاضي المدينة، أحد فقهاء المدينة السبعة
الرتبة	ثقة، إمام، مكثّر
الولادة	۲۲ھ
الوفاة	۹۴ھ

حالات

یہ مشہور صحابی حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے شمار ہوتے ہیں، مدینہ منورہ میں فقہاء سبعہ جو مشہور ہیں ان میں سے ایک ہیں۔ اپنے والد صاحب سے بھی کچھ روایات نقل کی ہیں لیکن ان کا انتقال ان کے بچپن میں ہو گیا تھا لہذا ان سے زیادہ روایات لینے کی نوبت نہیں آئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھی بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی رضاعی خالہ ہیں، خوبصورت آدمی تھے مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہے ہیں، ان کے بیٹے عمر بن ابی سلمہ نیز ان کے بھتیجوں اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے حدیث نقل کی ہے۔

امام ابو حاتم والوزعمہ رازی رضی اللہ عنہ کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے "ثقة إمام حديثه عن

ابیہ مرسل" ۹۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۸۷/۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۲۳۳/۸، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۱/۳۷۶،

(8) ہمام بن منبہ

الاسم	أبو عقبة همام بن منبہ کامل الیمانی، الصنعانی، الأبنوی
الشہرۃ	ہمام بن منبہ الیمانی
المسکن	صنعاء یمن، المدینۃ
الرتبۃ	ثقة
الوفاۃ	۱۳۲ھ

حالات

یہ صاحب الصحیفہ کہلاتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کچھ احادیث انہوں نے ایک صحیفہ میں لکھ کر جمع کی تھیں، یہ صحیفہ حدیث مبارکہ کی موجودہ دور میں دستیاب قدیم ترین لکھی ہوئی دستاویز ہے۔ جو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مقیم فرانس کی تحقیق کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے شائع ہوا ہے یہ یمن کے شہر صنعاء کے پاس ذمار نامی علاقہ میں رہتے تھے اور ابن ابی نوبت کی وجہ یہ ہے کہ یہ فارسی النسل تھے اسلام سے قبل کسریٰ نو شیروان نے سیف بن ذی یزن کی درخواست پر حبشیوں سے جنگ کے لئے ایک فوج بھیجی تھی، اس فوج کے جو لوگ مستقل طور پر یمن میں ہی آباد ہو گئے تھے ان کو ابناء کہتے ہیں یعنی یہ ابناء فارس ہیں عربی النسل نہیں۔ ہمام کے والد لوگوں میں سے تھے ان ہمام کے چھوٹے بھائی وہب بن منبہ بھی مشہور راوی ہیں، بالخصوص اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں اپنے علاقے کے قاضی بھی تھے، ہمام بڑے مجاہد بھی تھے جب جہاد کے لئے جاتے تو مختلف علاقوں سے اپنے بھائی کے لئے کتب خرید کر لاتے تھے، ہمام بن منبہ نے بہت طویل عمر پائی یہاں تک کہ ان کے بال سفید ہونے کے بعد دوبارہ سیاہ ہونے لگے اور ان کی بھنویں بڑھ کر ان کی آنکھوں پر آگئی تھیں^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۱۱، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۷/۴۱۹، دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۱۳۶،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف :

(1) سالم بن عبداللہ بن عمر

الاسم	أبو عبد الله سالم بن عبد الله بن عمر بن الخطاب <small>رضي الله عنه</small> ، القرشي، العدوي
الشهرة	سالم بن عبد الله بن عمر <small>رضي الله عنه</small>
المسكن	المدينة
الوظيفة	أحد الفقهاء السبعة على قول
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٠١ هـ

حالات

حضرت ابن عمر رضي الله عنه نے سالم مولیٰ حذیفہ رضي الله عنه کے نام پر ان کا نام رکھا تھا بہت ہی عابد اور زاہد آدمی تھے، صرف اولن کا لباس پہنتے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں سالم کے زمانہ میں طرز زندگی کے اعتبار سے صحابہ متقدمین سے ان سے زیادہ مشابہ اور کوئی نہ تھا، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں مدینہ میں سات فقہاء مشہور تھے جن کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا تھا اور ان میں سالم رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا، بعض دیگر نے سالم رحمہ اللہ کی جگہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف یا ابوجبر بن عبدالرحمن بن الحارث کو قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضي الله عنه کو ان سے بہت محبت تھی انہوں نے بھی اپنے والد گرامی سے خوب علم حاصل کیا جب تک یہ زندہ رہے نافع حدیث بیان کرنے سے احتراز کیا کرتے تھے، ورع وتقویٰ میں بھی اپنے والد کے مشابہ تھے خلیفہ ہشام نے ایک بار مسجد الحرام میں ان سے کہا کہ کوئی حاجت ہو تو بتائیں تو فرمانے لگے کہ اللہ کے گھر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی اور سے کچھ مانگتے ہوئے حیا آتی ہے، پھر جب باہر نکلے تو ہشام نے دوبارہ پوچھا تو فرمانے لگے دنیا کی یا آخرت کی؟ اس نے عرض کیا کہ آخرت کی حاجت پوری کرنے پر تو قدرت نہیں دنیا کے بارے میں ہی پوچھتا ہوں یا تو فرمانے لگے دنیا تو میں نے اس کے بنانے والے سے کبھی نہیں مانگی تم سے کیا مانگوں گا؟ ۱۰۶ھ کے آخر میں انتقال ہوا۔^(۱)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۵۷، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۲/۶۳۵، دارالحدیث القاہرۃ، شذرات الذهب ۲/۴۰،

(2) نافع (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

الاسم	أبو عبد الله نافع المدني القرشي ثم العدوي، العمري
المسكن	المدينة
مولی	عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۱۱۶ھ

حالات

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے تلامذہ میں سے اثبت شمار ہوتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب نافع کچھ فرمائیں تو اس پر مکر لگا دیا کرو یعنی وہ حتمی بات ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ یحییٰ بن سنان سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک أصح الأسانید مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے۔ ان کے بہت سے شاگرد ہیں، امام نسائی نے ان کے شاگردوں کے دس طبقات قائم کئے ہیں پہلے طبقہ میں امام مالک، عبید اللہ بن عمر اور ایوب اسختیانی ہیں، اپنی آزادی کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے مولیٰ (یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) کے ساتھ عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے عوض میں میرے مولیٰ کو ۱۲ ہزار پیش کئے لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور مجھے آزاد کر دیا۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تیس سے زیادہ حج کئے ہیں اسی سفر و حضر میں ساتھ رہنے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث کی معرفت میں ان سے بڑھا ہوا کوئی نہیں تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور میں اہل مصر کی تعلیم کے لئے انہیں معلم بنا کر مصر بھیجا تھا، ۱۱۶ یا ۱۱۷ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۹۵، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۷/۲۹۰، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۸۱،

(3) عبداللہ بن دینار

الاسم	أبو عبد الرحمن عبد الله بن دينار القرشي، العدوي، العمري، المدني
الشهرة	عبد الله بن دينار
المسكن	المدينة
المولى	عبد الله بن عمر بن الخطاب <small>رضي الله عنه</small>
الرتبة	ثقة
الوفاة	۱۲۷ھ

حالات

یہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے علاوہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں اور تابعین میں سے ابوصالح سمان اور سلیمان بن یسار سے زیادہ تر روایت لیتے ہیں۔ ان کی حدیث کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کے ہبہ اور بیع سے منع کیا ہے صحیحین میں آئی ہے یہ اس کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرنے میں متفرد ہیں تو محدثین کہتے ہیں کہ اس روایت میں لوگ ان کے محتاج ہیں امام مالک، شعبہ، سفیان اور ان کے پیٹے عبد الرحمن ان سے نقل کرتے ہیں، بعض حضرات نے ان کی کچھ روایات میں اضطراب کا کہا ہے، حافظ ذہبی نے اس کی تردید کی ہے۔ ۱۲ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۵۳، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۶۱۰، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۱۱۸،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف

(1) ابن شہاب الزہری ^(۱)

(ان کا تعارف پیچھے مدار الاسانید حضرات کے تعارف میں گزر چکا ہے)

(2) قتادہ بن دعامة ^(۲)

(ان کا تعارف پیچھے مدار الاسانید حضرات کے تعارف میں گزر چکا ہے)

(3) ثابت البنانی

الاسم	ابو محمد ثابت بن اسلم البنانی، البصري
الشهرة	ثابت البنانی
المسکن	البصرة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۱۲۰ھ

حالات

بنانہ ایک خاتون تھیں جو سعد بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک کی ام ولد تھیں ان کی اولاد بصرہ میں جس محلہ میں آباد ہوئی اسے بنانہ کہا جانے لگا، یہ بصرہ کے قدیم محلوں میں سے ایک شمار ہوتا ہے، ثابت وہاں کے رہنے والے تھے یہ بصرہ کے بڑے محدثین اور زہاد میں سے تھے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ انہیں الامام القدوة شیخ الاسلام لکھتے ہیں ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث مستقیم ہیں لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ ان سے ضعفاء اور مجہولین کی ایک تعداد نے بھی روایت کی ہے لہذا ان کی وہ روایات ہی لینی چاہئیں جو ثقہ رواۃ سے ہوں۔ ان سے سب سے زیادہ روایات نقل کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ (ان کی شہرت قضہ گو کے طور پر ہو گئی تھی کہ عبرت و موعظت کے واقعات بیان کیا کرتے تھے) قضہ گو

(۱) شذرات الذهب ۲/۹۹، دار ابن کثیر۔

(۲) شذرات الذهب ۲/۸۰، دار ابن کثیر۔

لوگ حدیث یاد نہیں رکھ پاتے تو میں ثابت کے پاس آیا اور احادیث کو بدل بدل کر ان سے پوچھنے لگا، حضرت انس کی روایات کو ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کرتا اور اس کے برعکس کرتا ہا مگر وہ ہر دفعہ درست بات کی نشاندہی فرما دیتے، بہت زیادہ رویا کرتے تھے حتیٰ کہ آنکھوں کی بینائی متاثر ہونے لگی طبیب نے کہا کہ اگر آنکھیں عزیز ہیں تو رونا چھوڑ دو تو فرمانے لگے ان آنکھوں میں کوئی خیر ہی نہیں ہے اگر وہ رویں نہیں، بکر مزیؒ فرماتے ہیں جو شخص اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عبادت گزار کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ثابت کو دیکھ لے اور جو احفظ زمانہ کو دیکھنا چاہے تو وہ قتادہ کو دیکھ لے یہ دعاء فرماتے تھے کہ اگر کسی کو یہ توفیق عطاء ہو کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی یہ سعادت ملے، کہا جاتا ہے کہ ان کی تدفین کے بعد قبر کی ایک اینٹ گر گئی تو دیکھا گیا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ قیمتی لباس، قیمتی ٹوپی اور عمامہ پہنتے تھے، ۸۶ برس کی عمر میں ۱۲۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۲۰، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۱/۵۱۲، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۹۶،

(4) حمید بن ابی حمید الطویل

الاسم	ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید الطویل، البصری، الشامی، الدارمی، الخزاعی
المسکن	البصرة، الشام
المولی	طلحة بن عبد الله بن خلف الخزاعي المعروف بطلحة الطلحات
الرتبة	ثقة مدلس
الوفاة	۱۴۲ھ

حالات

یہ بصری اور ثابت البنانی رحمہ اللہ کے بھی بڑے شاگردوں میں سے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی روایات سنی ہیں، لیکن براہ اوقات وہ روایات جو انہوں نے ثابت بنانی رحمہ اللہ کے واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں انہیں واسطہ ذکر کئے بغیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اس لئے مدلسین میں شمار ہوتے ہیں لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان واسطہ ثابت بنانی ہوتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں تو ایسی تدلیس مضر نہیں، یہ بہت لمبے قد کے نہ تھے لیکن ان کے ایک پڑوسی کا نام بھی حمید تھا اور وہ چھوٹے قد کے تھے تو انہیں حمید القصیر کہا جاتا تھا تو مقابلے میں انہیں حمید الطویل کہا جانے لگا۔

یا اس وجہ سے انہیں طویل کہا جاتا تھا کہ ان کے ہاتھ لمبے لمبے تھے، ۱۳۲ھ میں دوران نماز ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۶۳، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۲/۳۰۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۱۹۸، دار ابن کثیر۔

حضرت عائشہ ؓ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1) عروۃ بن الزبیر ؓ

الاسم	أبو عبد الله عروۃ بن الزبیر بن عوام بن خویلد بن أسد المدنی، الأسدي، القرشي
الشهرة	عروۃ بن الزبیر
المسکن	المدينة، مصر
الرتبة	ثقة، فقیہ، مشہور، أحد الفقهاء السبعة
الوفاة	۹۴ھ

حالات

یہ حضرت عائشہ ؓ کے بھانجے ہیں ان کی خدمت میں بہت زمانہ گزارا ہے۔ خود فرماتے ہیں حضرت عائشہ ؓ کی وفات سے چار سال پہلے میں ان کے علوم ان سے سیکھ چکا تھا اپنی والدہ حضرت اسماء ؓ سے بھی روایات نقل کرتے ہیں البتہ والد صاحب کا انتقال ان کے بچپن میں ہو گیا تھا، اس لئے ان سے زیادہ روایات لینے کی نوبت نہیں آئی۔ مکثرین صحابہ میں سے تقریباً تمام سے روایت کرتے ہیں، مدینہ منورہ کے مشہور فقہاء میں ان کا شمار تھا حتیٰ کہ صحابہ کرام ؓ بھی ان سے مسائل معلوم کیا کرتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز ؓ فرماتے ہیں کہ عروۃ بن زبیر سے بڑا عالم مجھے معلوم نہیں، زہری کہتے ہیں کہ عروۃ علم کے بیکراں سمندر تھے، عبد الملک بن مروان ان کی جانب سوالات بھیجا کرتا تھا ان سوالات کے جوابات کو جمع کر کے انہوں نے کتاب المغازی مرتب کی، بہت عبادت گزار تھے ہر روز قرآن مجید کا ربع حصہ تلاوت فرماتے پھر تہجد میں اسی حصہ کو دوبارہ پڑھتے، روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے حالت صوم میں ہی ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۲۱، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵/۶۷، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱/۳۸۳،

(2) قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

الاسم	أبو محمد وأبو عبد الرحمن قاسم بن محمد بن أبي بكر المدني، التيمي، القرشي
الشهرة	قاسم بن محمد
المسكن	المدينة
الرتبة	ثقة، أفضل أهل زمانه
الوفاة	١٠٦ هـ

حالات

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں ان کے والد محمد بن ابی بکر ان کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی ان کی پرورش کی ہے، ان کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ، ابن عمر اور عبد اللہ بن عباس سے بھی علم حاصل کیا اس کی تفصیل خود بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہ اپنی وفات تک مسائل بیان کرتی تھیں اور میں ہر موقع پر ان کے ساتھ رہتا تھا نیز میں علم کے سمندر حضرت ابن عباس کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھی بیٹھنے کا اتفاق ہوا، لہذا میں مکثرین میں سے ہو گیا، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما تو ورع و تقویٰ میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ یہ فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں، یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ہم نے میدہ منورہ میں کوئی شخص ایسا نہیں پایا جسے ہم قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ ابو الزناد کہتے ہیں ان سے بڑا سنت کا عالم اور کوئی نہ تھا، ابن عمیرہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ کی احادیث کو زیادہ جاننے والے تین لوگ تھے، عروہ، قاسم اور عمرہ، یحییٰ بن عمیرہ فرماتے ہیں عبید اللہ بن عمر عن القاسم عن عائشہ کی سند تو نے کی جزاؤ لڑی ہے، روایت باللفظ کا بہت اہتمام کرتے تھے اور روایت بالمعنی کو ناپرند کرتے تھے۔ عبادت و ورع میں بھی ممتاز تھے، آخری عمر میں بینائی جاتی رہی، وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں اس میں کفن دیا جائے۔ ۱۰۶ یا ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۲۲۱، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵/۶۷، دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۳/۳۸،

(3) عمرۃ بنت عبدالرحمن

الاسم	عمرۃ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارۃ الأنصاریۃ
الشہرۃ	عمرۃ بنت عبدالرحمن الأنصاریۃ
المسکن	المدينة
الرتبۃ	ثقة
الوفاتۃ	۹۸ھ او ۱۰۶۱ھ

حالات

عمرۃ کے دادا سعد بن زرارۃ صحابی رسول ﷺ ہیں جو انصار کے سردار سعد بن زرارۃ کے بھائی ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پائی ہے اور ان کی خصوصی تربیت یافتہ تھیں لہذا ان کے علوم کی حامل تھیں، قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اگر تم طلب علم کا شوق رکھتے ہو تو عمرۃ کی صحبت اختیار کر لو کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پروان چڑھی ہیں، زہری کہتے ہیں جب میں ان کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو علم کا بحر بیکراں ہیں۔ ان کا نکاح عبدالرحمن بن عبداللہ بن حارثہ انصاری سے ہوا تھا جن سے ان کے بیٹے محمد بن عبدالرحمن انصاری ہوئے جو خود بھی ثقہ راوی ہیں اور اپنی والدہ سے احادیث نقل کرتے ہیں بیٹے کے علاوہ ان کے پوتے حارثہ و مالک اور ان کے بھانجے قاضی ابو بکر بن حزم اور قاضی صاحب کے بیٹے عبداللہ و محمد بھی ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جب تدوین حدیث کا ارادہ کیا تو مدینہ کے والی یہی قاضی ابو بکر بن حزم تھے ان کو خط لکھا کہ گذشتہ دور کی روایات جمع کرو اور بالخصوص عمرۃ بنت عبدالرحمن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث معلوم کر کے لکھو کے مجھے اس علم کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔ ان کی وفات میں قدرے اختلاف ہے معروف قول ۹۸ھ کا ہے۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵۰۷/۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵۸۰/۸، دارالحدیث القاہرۃ، شذرات الذهب ۳۹۵/۱،

(4) مسروق بن الأجدع

الاسم	أبو عائشة مسروق بن الأجدع بن مالك الكوفي، الهمداني، الوداعي
الشهرة	مسروق بن الأجدع همداني
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة، فقيه، عابد، مخضرم
الوفاة	۶۳ھ

حالات

مسروق مخضرمین میں سے ہیں ان کے والدین کے مشہور قبیلے ہمدان کے سردار تھے دور رسالت میں ان کے خاندان کے کچھ لوگ اسلام لائے تھے جن میں مشہور شہوار عرب حضرت عمرو بن معدیکربؓ بھی ہیں یہ خود اپنے والد کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں اسلام لائے، حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں یمن سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے نام و نسب معلوم کیا تو ان کے والد کے نام کے بارے میں فرمایا کہ اجدع تو شیطان ہوتا ہے، ان کا نام عبدالرحمن ہے، اس لئے مسروق بن عبدالرحمن بھی کہلاتے ہیں، حضرت عائشہؓ ان کو پینا کہہ کر پکارتی تھیں، ایک دفعہ فرمایا: یا مسروق إنک من ولدی وإنک لمن أحبهم الی فہل لک علم بالمخدج؟ ایک دفعہ حاضر ہوئے تو فرمانے لگیں میرے بیٹے کے لئے شہد گھولو۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے نام پر اپنی بیٹی کا نام رکھا اسی بناء پر ان کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھی بڑے شاگرد ہیں، علی بن مدینی فرماتے ہیں میں حضرت ابن مسعودؓ کے اصحاب میں سے مسروق پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا، حضرت احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں علقمہ کے بعد مسروق ایسے باقی رہ گئے کہ ان پر کسی کو فضیلت نہیں دی جاتی، زبردست شہوار بھی تھے، جنگ قادسیہ میں ان کا ہاتھ ٹل ہو گیا اور سر پر بھی گہرا زخم لگا بہت عبادت گزار بھی تھے یہاں تک کہ نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں پر دم آجاتا تھا ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ میں ان کے پیچھے بیٹھی ان کی حالت پر رحم کھا کر رویا کرتی تھی، دنیا سے بہت بے رغبت تھے اس بارے میں ان کے اقوال مشہور ہیں، جب انتقال ہونے لگا تو کفن کے لئے بھی رقم نہ تھی، قرض لے کر کفن کا انتقام کیا گیا۔ ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۲۱، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵/۶۷، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۱/۳۸۳،

(5) أسود بن يزيد التميمي النخعي

الاسم	أبو عبد الرحمن أسود بن يزيد التميمي النخعي
الشهرة	أسود بن يزيد النخعي
المسكن	الكوفة
الرتبة	مخضرم، ثقة مكثر فقيه
الوفاة	۷۵ھ

حالات

یہ عبد الرحمن بن یزید کے بھائی، عبد الرحمن بن الاسود کے والد، علقمہ بن قیسؓ کے بھتیجے اور ابراہیم نخعیؒ کے ماموں ہیں تو ان کا گھرانہ محدثین کا گھرانہ ہے۔ یہ بھی مخضرمین میں سے ہیں اور جلالت قدر، ثقافت، علم، عمر ہر اعتبار سے مسروق کی مثل ہیں، دونوں کی عبادت بھی ضرب المثل ہے، اسی کے قریب حج کئے ہیں خجوں کی تعداد سے لگتا ہے، کہ بلوغت کے بعد زندگی کا کوئی سال حج سے خالی نہیں رہا۔ تلبیہ میں لبیک غفار الذنوب کہا کرتے تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بھی حج کیا ہے، حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھی ایک عرصہ رہے ہیں، اس کثرت سے روزے رکھتے تھے کہ زبان سوکھ کر کاٹا ہو گئی تھی نماز کو اذول وقت میں اداء کرنے کا بہت اہتمام تھا، رمضان المبارک میں مغرب تا عشاء آرام کر لیتے تھے پھر ساری رات نماز پڑھتے تھے اور دو راتوں میں ایک قرآن مجید مکمل کر لیا کرتے تھے تقریباً ۷۵ھ میں انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵۰/۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳۵۱/۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۳۱۳/۱،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف

(1) عکرمہ مولیٰ ابن عباس

الاسم	أبو مجالد عكرمة المديني، البربري، القرشي مولا هم
الشهرة	عكرمة مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ
المسكن	المدينة
الرتبة	ثقة ثبت عالم بالتفسير، لم يثبت تكذيبه عن ابن عمر ولا تثبت بدعته
الوفاة	۱۰۴ھ

حالات

عکرمہ نسلا بربری ہیں، ابتداء میں حصین بن الحر عبزی کے غلام تھے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو حبہ کے طور پر دے دیا تھا حضرت ابن عباسؓ نے ان کو علم سکھانے کے لئے ان کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر، دیث، فقہ سب علوم خوب حاصل کئے اور ان کی حیات میں ہی فتویٰ دینے لگے، بالخصوص تفسیر قرآن میں ان کی مہارت مشہور تھی، مجاہد جیسے ائمہ تفسیر نے بھی فن تفسیر انہی سے حاصل کیا ہے، سعید بن جبیرؓ فرماتے تھے عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں اور شعبی کہتے تھے عکرمہ سے زیادہ تفسیر کا جاننے والا اب کوئی نہیں رہا جب تک عکرمہ بصرہ میں رہتے تھے اس وقت تک صن بصریؓ تفسیر نہیں بیان کرتے تھے، تفسیر حدیث، فقہ کے علاوہ مغازی میں بھی شہرت رکھتے ہیں بعض لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کی جانب یہ بات منسوب کی کہ وہ ان کی طرف کذب کی نسبت کرتے تھے، اسی طرح بعض لوگوں نے خوارج کے ساتھ ان کے تعلقات اور صفری یا اباضی ہونے کا الزام بھی ان پر لگایا ہے، لیکن حافظ ذہبی و ابن حجرؒ کے بقول اس طرح کے الزامات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے، ۱۰۴ یا ۱۰۵ھ میں انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۱۲، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۵/۱۳۷، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۳۲،

(2) سعید بن جبیر

الاسم	أبو محمد سعيد بن جبیر بن هشام الوالبي، الأسدي المكي ثم الكوفي
الشهرة	سعید بن جبیر
المسكن	مكة، كوفة
الرتبة	ثقة ثبت فقيه، وروايته عن عائشة وأبي موسى ونحوهما مرسله
الوفاة	۹۵ھ

حالات

یہ بنی والبتہ کے مولیٰ تھے جو عرب کے مشہور قبیلے بنی اسد کا ایک خاندان تھا، حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے، خود فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آتا تو برا اوقات اتنی لکھنے کی نوبت آتی کہ میرے پاس موجود کاغذ بھر جاتے اور میں اپنی ہتھیلی اور لباس پر لکھتا تھا، حضرت ابن عباسؓ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی حیات میں ہی ان کو درس حدیث شروع کرنے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے موجود ہوتے ہوئے میں کیسے حدیث بیان کروں؟ تو حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ یہ بھی تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ میری موجودگی میں حدیث بیان کرو گے تو اگر صحیح ہوگی تو فہم اور نہ میں تصحیح کر دوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ کی جب بینائی جاتی رہی تو اہل کوفہ جب ان کے پاس کچھ پوچھنے آتے تو فرماتے کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو؟ حالانکہ ابن ام دھماء یعنی سعید بن جبیرؓ تم میں موجود ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے بھی بہت استفادہ کیا حتیٰ کہ جب کوفہ منتقل ہو گئے اور مرجع انام بن گتے تب بھی حضرت ابن عمرؓ سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا فرماتے ہیں کہ جب علماء کوفہ میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو میں اسے لکھ لیتا تھا اور بعد میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھ لیا کرتا تھا، میراث کے مسائل کے بھی بڑے ماہر تھے ایک بار حضرت ابن عمرؓ کے پاس میراث کا مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک شخص آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن جبیرؓ کے پاس جاؤ کہ وہ مجھ سے زیادہ حساب جانتے ہیں، خصیصہ فرماتے ہیں تابعین میں قرآن مجید کی تفسیر کے زیادہ جہاں والے مجاہد ہیں، اور حج کے مسائل میں اعلم عطاء، اور حلال و حرام میں طاؤس اور طلاق کے مسائل میں اعلم سعید بن جبیرؓ ہیں اور سعید بن جبیرؓ ان تمام علوم کے سب سے زیادہ جامع تھے، اشعث بن اسحاق کہتے ہیں

سعید بن جبیر کو جھبذ العلماء کہا جاتا تھا، میمون بن مهران کہتے ہیں سعید بن جبیرؓ نے اس حال میں انتقال کیا کہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو، عبادت گزاری میں بھی معروف تھے ایک بار بیت اللہ میں ایک رکعت میں قرآن مجید مکمل کیا۔

حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کر دیا تھا جس کا قصہ مشہور ہے۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۳۲۱، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۳۶، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱/۳۸۲،

دار ابن کثیر۔

(3) مجاہد

الاسم	أبو الحجاج مجاهد بن جبر المكي، المخزومي، القرشي
الشهرة	مجاهد بن جبر
المسكن	مكة
مولی	السائب بن ابی السائب المخزومي
الرتبة	ثقة، امام في التفسير وفي العلم
الوفاة	۱۰۲ھ او ۱۰۳ھ او ۱۰۴ھ

حالات

یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے شاگرد ہیں، تفسیر اور قرأت میں خاص طور سے مہارت رکھتے تھے خود فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے تیس مرتبہ قرآن مجید پڑھا ہے اور تین دفعہ ایسے پڑھا ہے کہ ہر ہر آیت پر رک کر اس کا شان نزول اور احکام معلوم کیا کرتا تھا، اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ تفسیر میں امام ہو گئے، خصیصہ فرماتے ہیں کہ مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، طبیعت میں سادگی تھی لباس بہت سادہ پہنتے تھے آغوش کہتے ہیں کہ مجاہد ایسے دکھائی دیتے تھے جیسے کوئی بوجھ اٹھانے والا مزدور ہو لیکن جب کلام کرتے تھے تو گویا ان کے لبوں سے موتی جھڑتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی رہے ہیں فرماتے تھے میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ میری خدمت کیا کرتے تھے کبھی دفعہ ایسا ہوا کہ میں گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو انہوں نے رکاب پکڑ لی، ابن خراش کہتے ہیں حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی روایات مرسل ہیں، اسفار کے اور ان مقامات کے دیکھنے کا جن کا تذکرہ قرآن و سنت میں آیا ہے بہت شوق رکھتے تھے۔ ابو نعیم کہتے ہیں ۱۰۲ھ میں حالت سجدہ میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۴۹، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۶۰۵، دار الحدیث القاہرہ۔

(4) طاوؤس

الاسم	أبو عبد الرحمن طاوؤس بن كيسان اليماني الجندى الهمداني
الشهرة	طاوؤس بن كيسان اليماني
المسكن	اليمن
الرتبة	ثقة فقيه فاضل
الوفاة	۱۰۶ھ

حالات

ہمام بن منبہ کی طرح یہ بھی ابناء فارس میں سے ہیں جو کسری کے بھجے ہوئے لشکر کی اولاد ہیں کہہا جاتا ہے کہ ان کا اصل نام ذکوان تھا اور طاوؤس لقب ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ بحیر بن ریمان حمیری کے مولیٰ ہیں اور بعض دیگر کہتے ہیں کہ ان کی موالات قبیلہ ہمدان کے ساتھ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اجل شاگردوں میں سے ہیں اور ایک زمانہ ان کے ساتھ گزرا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میرا غالب گمان یہی ہے کہ طاوؤس جنتی ہیں۔ اور قیس بن سعد کہا کرتے تھے کہ طاوؤس ہم میں ایسے ہی ہیں جیسے ابن سیرین اہل بصرہ میں ہیں، ابن حبان کہتے ہیں طاوؤس اہل یمن کے عبادت گزار لوگوں میں سے تھے اور سادات تابعین میں سے تھے متحاب الدعوات تھے، چالیس حج کئے، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں انہیں حضرت سعید بن جبیر کے مساوی قرار دیتے ہیں، حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ان کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں، ۱۰۶ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۸، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳/۴۳۷، دارالحدیث القاهرة.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1) عطاء بن ابی رباح

الاسم	أبو عطاء بن اسلم (أبو رباح) القرشي المكي
الشهرة	عطاء بن ابی رباح
المسكن	مکہ
مولی	بنی جمح
الرتبة	ثقة فقيه فاضل لكنه كثير الارسال
الوفاة	۱۱۴ھ

حالات

یہ بھی کبار تابعین میں سے ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے دو صحابہ سے ملاقات کی ہے مفتی حرم ہیں، علی بن مدینی کہتے ہیں اہل مکہ کا فتویٰ ان پر اور مجاہد پر منتهی ہوتا ہے اور ان دونوں میں سے بھی زیادہ عطاء کے فتاویٰ ہیں، بالخصوص حج کے مسائل کے بڑے ماہر شمار کئے جاتے ہیں، ابو جعفر، ابو حازم وغیرہ متعدد حضرات سے منقول ہے کہ حج کے مسائل کا ان سے بڑا جاننے والا کوئی نہ تھا، خود بھی ستر سے زیادہ حج کئے ہیں، یہ سیاہ رنگ کے تھے آنکھوں میں بھی فرق تھا، ہاتھ بھی کٹ گیا تھا، موالیٰ میں سے تھے لیکن علم و فضل نے انہیں امام بنادیا، یہاں تک کہ بادشاہ بھی ان کے علم کے محتاج تھے، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں جتنے لوگوں سے بھی ملاقات کی ہے ان میں عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، البتہ یہ چونکہ ہر کسی سے روایت لے لیا کرتے تھے لہذا ان کی مرسلات ضعیف شمار ہوتی ہیں۔ اور آخری عمر میں اختلاط کا بھی شکار ہوئے لیکن اس زمانے کی روایات ان کی بہت کم ہیں ۱۱۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۷۸/۵، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۸۳/۵، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۶۹/۲، دار

(2) أبو الزبير المكي

الاسم	أبو الزبير محمد بن مسلم بن تدرس الأسدي المكي
الشهرة	أبو الزبير مكي
المسكن	المكة
مولی	حكيم بن حزام
الرتبة	صدوق الا أنه يدلّس
الوفاة	۱۲۶ھ

حالات

یہ صحابہ میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مغار صحابہ جیسے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں، پر ان کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ یہ تدلیس کرتے تھے، لہذا اگر حدیث یا سمعت جابر کہیں تو ان کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متصل سمجھی جاتی ہے عن جابر والی روایت میں تدلیس کا احتمال ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں ائمہ محدثین کا اختلاف رہا ہے کہ ان کی روایت حجت ہے یا نہیں، حافظ یحییٰ بن معین اور امام نسائی ان کو ثقہ قرار دیتے ہیں ابو حاتم، ابو زرہ اور شعبہ وغیرہ ان کی روایت کو قابل حجت نہیں سمجھتے، حافظ ابن عدی فرماتے ہیں یہ بذات خود وثقہ ہیں ان سے بعض ضعفاء نے روایت کی ہے جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جیسی باتیں ان کے بارے میں کہی گئی ہیں وہ تو زہری اور قتادہ جیسے لوگوں کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہیں، درحقیقت ان کی جانب جو چیزیں منسوب کی گئی ہیں یعنی تدلیس تو وہ مطلقاً راوی کے ضعف کا سبب نہیں بنتیں۔ باقی حافظ ان کا اچھا تھا خود فرماتے ہیں عطاء بن ابی رباح مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں آگے کیا کرتے تاکہ میں ان کی روایت محفوظ کر سکوں، امام بخاری بھی ان کی روایت دوسروں کی روایت کے ساتھ ملا کر لاتے ہیں۔ ۱۲۶ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۸۰، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۴۸۰، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۳۴۷،

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1) ابو صالح ذکوان

(ان کا تعارف حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ کے تعارف میں گزر چکا ہے)

(2) عطاء بن یسار

الاسم	ابو محمد عطاء بن یسار الہلالی المدنی
الشہرہ	عطاء بن یسار
المسکن	المدينة، مصر، الشام
مولیٰ	ام المؤمنین ميمونة <small>رضی اللہ عنہا</small>
الرتبہ	ثقة فاضل
الوفاة	۹۴ھ

حالات

یہ بھی کبار تابعین اور بڑے علماء میں سے ہیں، ان کا وعظ مشہور تھا، عبرت و نصیحت کے قصے بکثرت بیان کرتے تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، ابو حازم کہتے ہیں ان سے زیادہ مسجد نبویؐ کو لازم پکڑنے والا شخص میں نے کوئی نہیں دیکھا، ام المؤمنین حضرت ميمونة رضی اللہ عنہا کے مولیٰ ہیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع میں کچھ اختلاف ہے۔ مصر اور شام میں بھی رہے ہیں۔ اسکندریہ میں ۹۴ھ میں انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۴۸، مؤسسة الرسالة، تہذیب التهذیب ۲/۴۶۰، دارالحدیث القاہرہ، شذرات الذهب ۲/۱۹،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف :

(1) علقمة بن قیس

الاسم	أبو شبل علقمة بن قيس بن عبد الله النخعي الكوفي
الشهرة	علقمة بن قيس النخعي
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة ثبت فقيه عابد
الوفاة	

حالات

یہ کوفہ کے مشہور فقیہ، عالم اور قاری ہیں، اسود اور عبدالرحمن بن زید کے چچا اور فقیہ عراق ابراہیم النخعی رضی اللہ عنہ کے ماموں ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص شاگرد ہیں، ان دونوں حضرات کے انتقال کے بعد کوفہ میں یہی مرجع خلافت تھے حالانکہ صحابہ بکثرت موجود تھے، یہ عام و فضل، عادات و اخلاق، ورع و پرہیزگاری ہر چیز میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت مشابہ تھے، فقہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا علم بھی محفوظ کیا تھا لہذا نہ صرف خود بہت فقیہ تھے بلکہ ان سے علم حاصل کرنے والے جیسے ابراہیم النخعی اور شعبی وغیرہ ائمہ فقہاء میں سے ہوئے۔ ان کا حافظہ بھی مشہور ہے۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵۳، ۴/مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۱۴، ۵/۷ دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲۸، ۱۰/دار ابن کثیر۔

(2) أبو وائل شقيق بن سلمة

الاسم	أبو وائل شقيق بن سلمة الأسدي الكوفي
الشهرة	أبو وائل شقيق بن سلمة
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة مخضرم
الوفاة	مات في خلافة عمر بن عبد العزيز

حالات

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نوبت نہیں آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا قبیلہ بنو اسد مرتد ہو گیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے ان سے جہاد کیا، یہ لوگ شکست کھا کر بھاگے، اس وقت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے میں اس وقت گیارہ سال کا تھا اور فرار کے دوران اونٹ سے ایسے گرا کہ قریب تھا کہ میری گردن ٹوٹ جاتی، اگر میں اس دن مرجاتا تو یقیناً جہنم میں چلا جاتا، تو خود پر اللہ تعالیٰ کا احسان بیان کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی، پھر یہ مدینہ حاضر ہوئے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا حتیٰ کہ ائمہ کبار میں سے ہو گئے، عمرو بن مرة کہتے ہیں یہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کبار صحابہ جیسے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عائشہ، معاذ بن جبل وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین سے کسی نے ان کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے وہ ثقہ ہیں اور ان کی مثل لوگوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے دو ماہ میں قرآن مجید یاد کیا تھا، ابراہیم نخعی ان کی بہت تعظیم کرتے اور فرماتے یہ مجھ سے بہتر ہیں، حافظ ذہبی فرماتے ہیں یہ بلاشبہ علم و عمل کے سردار تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۶، ۱/۴، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۳۴، ۳/۴، دارالحدیث القاہرہ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف :

(1) قیس بن ابی حازم

الاسم	قیس بن ابی حازم البجلي الكوفي
الشهرة	قیس بن ابی حازم
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة مخضرم، ويقال له رؤية
الوفاة	بعد ۲۹ھ

حالات

یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے، کہا جاتا ہے کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہوئی ہے لہذا یہ صحابی ہیں لیکن خود فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے لئے مدینہ حاضر ہوا، مگر آپ کا وصال ہو چکا تھا بہر حال کبار تابعین میں سے تو ضرور ہیں یہ واحد راوی ہیں جو تمام عشرہ مبشرہ سے روایت نقل کرتے ہیں، اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی نوبت نہیں آئی باقی نو سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کوفہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے روایت کرنے والا قیس بن ابی حازم سے زیادہ کوئی نہیں تھا، اور ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تابعین میں سے سب سے زیادہ عمدہ سند قیس کی ہے۔ یحییٰ بن معین انہیں امام زہری اور سابع بن یزید سے زیادہ ثقہ قرار دیتے ہیں، البتہ بعض نے ان کی چند روایات کو منکر قرار دیا ہے لیکن وہ چند ایک روایات ہیں، ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور آخر میں عقل میں کچھ تغیر ہو گیا تھا ۹۰ھ کے بعد انتقال ہوا^(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۱۹۸، مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۶/۲۶، دارالحديث القاهرة.

(2) عَیْبِدَةُ السِّلْمَانِی

الاسم	أبو عمرو عبیدة بن عمرو السِّلْمَانِی المرادی الکوفی
الشهرة	عبیدة السِّلْمَانِی
المسکن	الکوفة
الرتبة	مخضرم فقیه ثبت
الوفاة	قبل ۷۰ ھ

حالات

عبیدہ فتح مکہ کے سال یمن کے علاقے میں اسلام لائے تھے لیکن نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی نوبت نہ آئی لہذا یہ بھی کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں، حدیث اور فقہ دونوں میں بڑے پائے کے عالم تھے، مشہور محدث عمرو بن علی الفلاس ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند کو اصح الاسانید قرار دیتے ہیں، ابن سیرین فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے بعض حضرت علقمہ کو فوقیت دیتے تھے اور بعض عبیدہ کو البتہ اس پر سب کا اتفاق تھا کہ شریح کا مرتبہ ان دونوں سے کم تھا، یہ ابن سیرین رضی اللہ عنہ خود بھی عبیدہ سے بکثرت نقل کرنے والوں میں سے ہیں، ابن سیرین فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا نبی اکرم ﷺ کا موئے مبارک موجود ہے تو فرمانے لگے کہ اگر مجھے نبی اکرم ﷺ کا موئے مبارک مل جائے تو یہ میرے لئے روئے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ علامہ ذہبی یہ واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں یہ ان کے کمال محبت کی دلیل ہے۔ وفات میں کچھ اختلاف ہے بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ۷۰ ھ سے قبل انتقال والا قول اصح ہے۔^(۱)

(3) علقمہ بن قیس (ان کا تعارف گزر چکا ہے)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۴/۴۰ مؤسسة الرسالة، تہذیب التہذیب ۴/۴۲۲، دارالحدیث القاہرہ.

﴿تمرين لمعرفة السند﴾

باب ما جاء أن مفتاح الصلاة الطهور

1 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَادٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ. هَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ. وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ هُوَ صَدُوقٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ.

2 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَادٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ، قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ" قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ قَالَ مَرَّةً أُخْرَى: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبِيثِ أَوِ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ.

3 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْنَاهُ قَبْلَ أَنْ يَقْبُضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا.

4 حَدَّثَنَا هَنَادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خُذَيْفَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سَبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا، فَأَتَيْنَتْهُ بِوَضُوءٍ، فَذَهَبَتْ لِأَنَّهُ أَخَّرَ عَنْهُ، فَدَعَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقْبِيهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيهِ.

5 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ ذِكْرَهُ بِيَمِينِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ خُنَيْفٍ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو قَتَادَةَ، اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ رَبِيعٍ.

حَدَّثَنَا هَذَا ، وَقُتَيْبَةُ ، قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي
 غُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ، فَقَالَ : التَّمِسْ لِي
 ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ ، قَالَ : فَاتَيْنَاهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ ، وَأَلْقَى الرُّوثَةَ ، وَقَالَ :
 إِنَّهَا رُكْسٌ ، وَهَكَذَا رَوَى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هَذَا الْحَدِيثَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي
 غُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ ، وَرَوَى مَعْمَرٌ ، وَعَمَّارُ بْنُ زَرْقٍ ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، وَرَوَى زُهَيْرٌ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
 الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، وَرَوَى زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، وَهَذَا حَدِيثٌ
 فِيهِ اضْطِرَابٌ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا
 شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، قَالَ : سَأَلْتُ أَبَا غُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، هَلْ تَذْكُرُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ
 شَيْئًا ؟ قَالَ : لَا . سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَيُّ الرِّوَايَاتِ فِي هَذَا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ
 أَصَحُّ ؟ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ شَيْءٌ ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا ، فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ شَيْءٌ ، وَكَأَنَّهُ رَأَى
 حَدِيثَ زُهَيْرٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ،
 أَشْبَهَ ، وَوَضَعَهُ فِي كِتَابِ الْجَامِعِ ، وَأَصَحُّ شَيْءٌ فِي هَذَا عِنْدِي حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ ،
 وَقَيْسٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي غُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، لِأَنَّ إِسْرَائِيلَ أثْبَتَ وَأَحْفَظُ
 لِحَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ مِنْ هَؤُلَاءِ ، وَتَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ ، وَسَمِعْتُ أَبَا مُوسَى
 مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنَّى ، يَقُولُ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ ، يَقُولُ : مَا فَاتَنِي الَّذِي فَاتَنِي
 مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، إِلَّا لَمَّا أَتَيْتُ بِهِ عَلَى إِسْرَائِيلَ ، لِأَنَّهُ كَانَ
 يَأْتِي بِهِ أَتَمَّ . وَزُهَيْرٌ فِي أَبِي إِسْحَاقَ لَيْسَ بِذَاكَ لِأَنَّ سَمَاعَةَ مِنْهُ بِأَجْرَةٍ ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ
 بْنَ الْحَسَنِ ، يَقُولُ : سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ ، يَقُولُ : إِذَا سَمِعْتَ الْحَدِيثَ عَنْ زَائِدَةَ ،
 وَزُهَيْرٍ ، فَلَا تَبَالِي أَنْ لَا تَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِهِمَا إِلَّا حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ ، وَأَبُو إِسْحَاقَ اسْمُهُ
 عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّيِّعِيُّ الْهَمْدَانِيُّ ، وَأَبُو غُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، لَمْ يَسْمَعْ مِنْ
 أَبِيهِ وَلَا يَعْرِفُ اسْمَهُ .

7 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ ، قَالَا : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ مُعَاذَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : مَزَنَ أَرْوَاهُ كُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ ، فَإِنِّي أَسْتَحْيِيهِمْ ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ ، وَأَنَسٍ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ . هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

8 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ : رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ التَّبْتَلِ وَلَوْ أَدْنَى لَهُ لَا خُتِصِنَا : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

9 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ عَمَارَةَ بْنِ غَمَيْرٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَنَحْنُ شَبَابٌ لَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ ، فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ، عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصْرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالضُّومِ ، فَإِنَّ الضُّومَ لَهُ وَجَاءٌ . هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

10 أَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْهَجْرِ لِلْمُسْلِمِ . حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُضَدُّ هَذَا وَيُضَدُّ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَهَشَامِ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي هِنْدٍ الدَّارِيِّ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .



حصه سوم

نقشه جات

پہلامرحلہ: امام ترمذی کے مشہور مشائخ



مذکورہ مشائخ سے کل روایات 3956

2525

کے طرف

1- عمرو بن دینار

بجانب

3 - یحییٰ بن ابی کثیر

4 - قتادة بن دعامة

2 - ابن شهاب الزهري

کوفہ

5 - ابواسحاق السبيعي

6 - سليمان بن مهران الاعمش

مدار الأسماء حضرات كادوسم الجدة



مدارالاسانید حضرات کا مقیر الطبقہ

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ

02

یحییٰ بن آدم

01

عبد اللہ بن مبارک حنفلی

04

یحییٰ بن سعید القطانی

03

وکیع بن جراح بن ملیح

06

مدنی الحنفی بن احمدی

05

حضرت ابو ہریرہؓ کے مشہور تلامذہ:

1
السَّيِّبُ
سَعِيدُ بْنُ

2
ابن سَلاَمٍ

3
عبد الرحمن
بن
هرون الأعرج

4
سَعِيدُ بْنُ
يُوسُفَ بْنِ
الْقَيْسِ

5
ابو صالح
السمك المديني

6
ابو رافع

7
ابو سلمة
بن عبد الرحمن
بن عوف

8
هَمَامُ بْنُ مَتِيهٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مشہور اقلامذہ

عبداللہ بن عمر

3

نافع
رمولی (ابن عمر)

2

سالم بن عبداللہ
بن عمر

1

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور اقلامذہ

حسین بن ابو حنیفہ
الطویل

4

ثابت البنانی

3

قتادہ بن عامر

2

ابن شہاب الزہری

1

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مشہور تلامذہ

5

اسود بن یزید
التمیمی النخعی

4

بن الأجدع
مسروق

3

عمرۃ بنت
عبدالرحمن

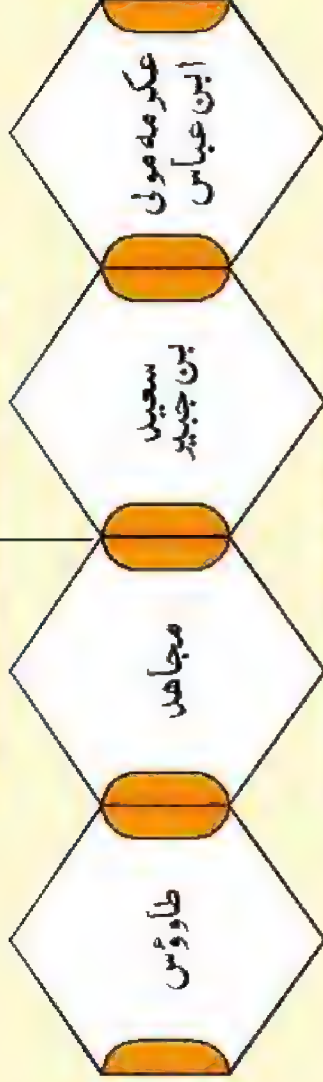
2

قاسم بن محمد
بن ابویکر

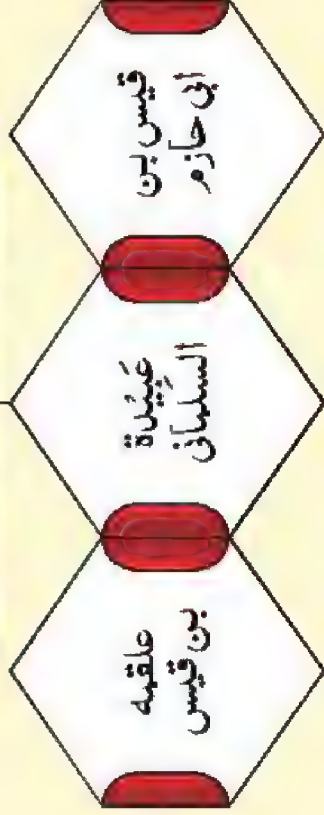
1

عروۃ بن الزبیر

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے مشہور تلامذہ



حضرت علی ؓ کے مشہور تلامذہ



حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ

عطاء بن یسار

ابو صالح ذکوان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ

ابو الزبیر السبی

عطاء بن ابی رباح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ

ابو اثل شقیق
بن سلمہ

علقیہ بن قیس

مصادر ومراجع

1- القرآن الكريم	
2- الصحاح الستة	
3- المحدث الفاضل بين الراوي والواعي	حسن بن عبد الرحمن بن خلاد الرامهرزي
4- معرفة علوم الحديث	ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري
5- الكفاية في علم الراوية	الخطيب البغدادي
6- الإلماع	قاضي عياض
7- مشاهير علماء الامصار	ابن حبان
8- الانساب	ابو سعد السمعاني
9- اللباب في تهذيب الانساب	عزالدين ابن الاثير الجزري
10- شرح علل الترمذي	ابن رجب الحنبلي
11- تذكرة الحافظ	شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبي
12- المعين في طبقات المحدثين	شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبي
13- سير اعلام النبلاء	شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبي
14- تهذيب الكمال	جمال الدين ابو الحجاج يوسف المزي
15- تهذيب التهذيب	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
16- تقريب التهذيب	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
17- طبقات الحفاظ	جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
18- المغني في ضبط اسماء الرجال	محمد طاهر بن علي الفتني
19- الإسناد من الدين	عبدالفتاح ابو غدة
20- معرفة رواة المكثرين وأثبت أصحابهم	فهد بن عبدالعزيز عمار
21- فوائد جامعة شرح عجلاله نافعة	الدكتور العلامة عبدالحليم النعماني الجشتي
22- امام ابن ماجة اور علم حديث	مولانا عبدالرشيد النعماني

مؤلف کی دیگر تالیفات



— معرفت سند میں پہلا قدم

— محدثین کے قوی حافظہ کا راز

— موجودہ دور میں معرفت سند کی اہمیت و ضرورت

— مکشرفین صحابہؓ اور اُن کے مشہور تلامذہ کا تعارف

— مدارالاسانید حضرات محدثین کا تعارف

— امام ترمذیؒ کے مشہور مشائخ کا تعارف

— سند حدیث کے مختلف حصول کی شناخت کا طریقہ کار



عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (پرائیویٹ)